﴿... اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِاللّٰهِ يُؤْتِيهِ مَنْ يَشَاءُ*﴾ (آل عمران: ۷۴) ﴿... عَسٰى اَنْ يَبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُودًا*﴾ (بنی إسرائيل: ۸۰)

هفت روزہ

الفضل

انٹرنیشنل

مدیر أعلیٰ: نصیر أحمد قمر

جلد ۲ جمعۃ المبارک ۱۱ر اگست ۱۹۹۵ء شمارہ ۳۲

خدائے واحد و یگانہ کی تحمید و تمجید اور خاتم الانبیاء حضرت اقدس محمد مصطفیٰ ﷺ پر درود و سلام کے پاکیزہ نغمات کی گونج میں جماعت احمدیہ برطانیہ کے ۳۰ ویں جلسہ سالانہ کا کامیاب و بابرکت انعقاد

۶۵ ممالک کے ۱۳ ہزار سے زائد افراد کی شمولیت مختلف دینی، علمی و تربیتی موضوعات پر تقاریر

سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ولولہ انگیز روح پرور خطابات

ایک سال میں عالمی بیعت کے ذریعہ ۹۶ ممالک کی ۱۶۲ قوموں کے ۸ لاکھ ۴۵ ہزار ۲۹۴ افراد کی جماعت احمدیہ میں شمولیت

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے ذریعہ سات زبانوں میں رواں ترجمہ کے ساتھ جلسہ کی کاروائی دنیا بھر میں نشر کی گئی

[لندن] جماعت احمدیہ کا تیسواں جلسہ سالانہ اپنی تمام تر عظیم روایات کے ساتھ ۲۸، ۲۹ اور ۳۰ جولائی (مطابق جمعہ، ہفتہ اور اتوار) اسلام آباد، ٹلفورڈ (سرے) میں منعقد ہو کر نہایت کامیابی کے ساتھ اختتام پذیر ہوا۔ دنیا کی مختلف اقوام سے تعلق رکھنے والے ۶۵ ممالک کے ۱۳ ہزار سے زائد افراد نے اس جلسہ میں شمولیت کی۔ کاروائی مواصلاتی رابطہ کے ذریعہ دنیا بھر میں نشر کی گئی۔ اس پہلو سے اس جلسہ میں شامل ہونے والوں کی تعداد بلاشبہ لاکھوں تک پہنچتی ہے۔ اس جلسہ میں مختلف دینی، علمی و تربیتی موضوعات پر تقاریر ہوئیں۔ جلسہ کا مرکزی نقطہ سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی ذات بابرکات اور آپ کے روح پرور اور ولولہ انگیز خطابات تھے۔ باقی صفحہ نمبر ۲ پر

ثبات قدم کا راز ذکر الٰہی میں ہے۔ دنیا کا سب سے بڑا صبر کرنے والا انسان حضرت اقدس محمد ﷺ رسول اللہ ہیں اور آپ ﷺ ہی کو دنیا کا سب سے بڑا داعی الی اللہ بتایا گیا۔ پس محمد ﷺ مصطفیٰ کا صبر اختیار کریں

(خلاصہ خطبہ جمعہ فرمودہ ۲۸ جولائی ۱۹۹۵ء)

[اسلام آباد، ٹلفورڈ] اسماء باری تعالیٰ کے مضمون پر مشتمل سلسلہ خطبات کو جاری رکھتے ہوئے سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے اسلام آباد ٹلفورڈ میں اپنے خطبہ جمعہ میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے دعوت الی اللہ کا صبر کے ساتھ بہت گہرا تعلق باندھا ہے۔ حضور ایدہ اللہ نے سورہ انفال کی آیات ۴۶ اور ۴۷ کے حوالہ سے بتایا کہ جب بھی دشمن سے مقابلہ پیش آئے تو مومنوں کو ثبات قدم دکھانے کی تعلیم ہے اور ثبات قدم کا راز ذکر الٰہی میں ہے۔ اسی طرح قرآن کریم نے ثبات اور جمیعت اور طاقت کا دوسرا راز یہ بتایا ہے کہ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کا دامن نہیں چھوڑنا اور آپس میں ایک دوسرے سے جھگڑنا نہیں ورنہ تمہارے رعب کی جو ہوا بنی ہوئی ہے وہ جاتی رہے گا۔ پس صبر کرو دشمن کے مقابل پر بھی اور ایسے امور میں بھی جن میں اختلاف پیدا ہونے کا امکان ہوتا ہے کیونکہ باہمی اختلاف کا لازمی نتیجہ بزدلی ہوتی ہے۔ جہاں بھی جماعتیں آپس میں پھٹی ہیں وہاں سے ساری برکتیں اٹھ جاتی ہیں اور دعوت الی اللہ بھی ان سے اٹھ جاتی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ اس دنیا کو ملت واحدہ بنانے کے لئے تمام اختلافات کو مٹانا ہوگا۔ اس کے لئے صبر اختیار کرنا ضروری ہے۔ جو اللہ کی خاطر صبر کرے گا اسے اللہ تعالیٰ اس کا اتنا اجر عطا فرمائے گا کہ اس کی نسلیں بھی اسے سنبھال نہیں سکیں گی۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے قرآنی آیت کے حوالہ سے بتایا کہ دعوت الی اللہ کرنے والوں کے لئے بھی صبر کی ضرورت ہوتی ہے اور اس کی تیاری کے لئے بھی صبر کی ضرورت ہوتی ہے اور جو دعوت الی اللہ کے نتیجہ میں پھل پاتے ہیں وہ بھی صبر کے نتیجہ میں پاتے ہیں ورنہ اگر ان کا خدا کی خاطر تکلیف اٹھانا صبر سے عاری ہو جائے تو وہ اس کے پھل سے محروم رہ جاتے ہیں۔ حضور نے فرمایا کہ خدا کی تقدیر یہی ہے کہ دعوت الی اللہ کے ساتھ ابتلاء بھی پھیلتے چلے جائیں۔ ایسی صورت میں بھی خدا کی خاطر صبر کے نتیجہ میں ہی کامیابی کا حصول ممکن ہے۔ باقی صفحہ نمبر ۲ پر ملاحظہ فرمائیں

مختصرات

جماعت احمدیہ برطانیہ کا ۳۰ واں جلسہ سالانہ چند روز قبل اختتام پذیر ہوا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے یہ جلسہ غیر معمولی طور پر کامیاب اور بابرکت رہا۔ اس کی نیک اور پاک تاثیرات نے روحانی مسرت کی ایک ناقابل بیان کیفیت پیدا کی اور ان کی حسین یادیں دلوں کو گرماتی رہیں گی۔ جلسہ کی بعض تفاصیل الفضل کے ذریعہ قارئین کے علم میں آ جائیں گی۔

مصروفیات کے ان ایام میں ایم ٹی اے پر حضور انور کا پروگرام "ملاقات" حسب معمول جاری رہا البتہ جلسہ کے دنوں میں حضور انور کے جلسہ سالانہ سے خطابات، سوال و جواب کی مجلس اور عالمی بیعت کی تقریب نشر کی گئی۔

جلسہ سالانہ سے ایک ہفتہ قبل کے پروگراموں کا خلاصہ قارئین الفضل کی خدمت میں پیش ہے۔

ہفتہ ۱۵ جولائی ۱۹۹۵ء

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد پر آج بچوں کی کلاس خاکسار نے لی۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے حال ہی میں جو چیزیں سکھائی ہیں ان کے بارہ میں بچوں سے سوالات کئے۔ اس کے بعد کچھ بچوں نے نظمیں سنائیں اور آخر میں بچوں اور بچیوں کے درمیان بیت بازی کا مقابلہ کروایا گیا۔

اتوار ۱۶ جولائی ۱۹۹۵ء

آج کے ملاقات پروگرام میں گیمبیا کے بعض مسلمان اساتذہ شامل ہوئے۔ یہ پروگرام انگریزی میں تھا۔ ابتداء میں شامل ہونے والے سب احباب کا تعارف کرایا گیا اور اس کے بعد درج ذیل سوالات کئے گئے۔

☆ Fundamentalism کیا ہے؟

☆ جماعت احمدیہ حضرت مسیح موعودؑ کو نبی یقین کرتی ہے۔ سوال یہ ہے کہ اسلامی نماز میں اللہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا تو ذکر آیا ہے لیکن بانی جماعت احمدیہ کا ذکر کیوں نہیں آیا؟

☆ مسئلہ ارتقاء کیا ہے؟ اور موجودہ نسل کا آغاز کن لوگوں سے ہوا؟

☆ میں ایک مسلمان طالب علم ہوں اور کسی فرقہ سے منسلک نہیں ہوں لیکن میں کیسے معلوم کر سکتا ہوں کہ کون سا فرقہ درست ہے؟

☆ انسانی معاشرہ میں عورت کا کردار کیا ہے؟

☆ ہم عنقریب گیمبیا واپس جانے والے ہیں۔ آپ گیمبین لوگوں کے لئے کیا پیغام دینا چاہتے ہیں۔

☆ سوال نمبر ۲ کے تسلسل میں یہ مزید سوال کیا کہ پھر احمدی اور غیر احمدی، سب مسلمان فرقے اکٹھے کیوں نہیں ہو جاتے؟

☆ سیاہ فام نسل کا آغاز کہاں سے ہوا؟

سوموار۔ منگل، ۱۷۔ ۱۸ جولائی ۱۹۹۵ء

ان دو ایام میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے حسب پروگرام ہومیو پیتھی کی کلاسز نمبر ۹۶ اور ۹۷ لیں۔

باقی صفحہ نمبر ۱۴ پر ملاحظہ فرمائیں

ولادت باسعادت

اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے یکم اگست ۱۹۹۵ء کو محترمہ صاحبزادی یاسمین رحمان مونا سلمہا اللہ اور مکرم کریم اسعد احمد خان صاحب کو پہلا بیٹا عطا فرمایا ہے جس کا نام جلیس احمد رکھا گیا ہے۔ نومولود سیدنا حضرت امیرالمومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کا نواسہ اور مکرم ڈاکٹر سعید احمد خان صاحب اور مکرمہ سلمیٰ مبارکہ سعید صاحبہ کا پوتا ہے۔

اس پر مسرت موقعہ پر ادارہ الفضل اپنی طرف سے اور تمام قارئین کی طرف سے سیدنا حضرت امیرالمومنین ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز اور جملہ افراد خاندان کی خدمت میں دلی مبارکباد پیش کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نومولود کو صحت و عافیت والی لمبی زندگی دے اور حضرت اقدس مسیح موعود علیہ السلام کی اپنی اولاد کے حق میں تمام دعاؤں کا وارث بنائے۔

اداریہ

فضلوں کی برسات

جماعت احمدیہ برطانیہ کا ۳۰واں جلسہ سالانہ (جو ایک پہلو سے مرکزی جلسہ کی حیثیت اختیار کر چکا ہے) اپنی تمام نیک اور مقدس روایات کے ساتھ ذکر الٰہی، دعاؤں اور باہمی محبت و مودت کے روح پرور ماحول میں غیر معمولی شان و شوکت کے ساتھ نہایت کامیابی اور کامرانی سے اختتام پذیر ہوا۔ شمع خلافت مسیح محمدی کے پروانے دور دور کے دیسوں سے قافلہ در قافلہ یہاں آئے۔ ان میں گورے بھی تھے اور کالے بھی تھے، مشرقی بھی تھے اور مغربی بھی۔ لیکن باوجود مختلف رنگ و نسل اور مختلف اقوام اور قبائل سے تعلق رکھنے کے ان میں باہم کوئی تفریق اور امتیاز نہیں تھا۔ سبھی ایک امام کے تابع وحدت و اخوت کی لڑی میں پروئے ہوئے، نور ایمان سے منور، اخلاص و ایثار کے جذبہ سے سرشار اور للہی محبت اور فدائیت کے رنگ میں رنگین تھے۔ یوں تو دنیا بھر میں جماعت احمدیہ مسلمہ پر اللہ کے فضلوں کی پھوار ہر لحہ و ہر آن جاری رہتی ہے جو کبھی کبھی، کہیں کہیں تیز بارش کا روپ بھی دھار لیتی ہے لیکن جلسہ سالانہ کے مبارک ایام میں اس کے فضل اس کثرت سے موسلا دھار برستے ہیں کہ گویا فضلوں کی ایک برسات آجاتی ہے۔ اس جلسہ میں بھی یہی منظر دیکھنے میں آیا۔ ذکر الٰہی سے معمور اس مبارک ماحول پر فرمودہ رسولؐ کے مطابق کثرت سے ملائکہ عرش کا نزول ہوا۔ اللہ کے فضلوں کی برسات سے جل تھل ایک ہو گئے۔ مومنین کے دلوں کو نئی طراوت اور ان کی روحوں کو نئی بالیدگی نصیب ہوئی۔ یہ عجیب پر کیف اور پر مسرت ایام تھے جن کی حسین یاد ہمیشہ قلوب مومنین میں روحانی تموج پیدا کرتی رہے گی۔

آپ نے دیکھا ہو گا کہ برسات کے موسم میں جب کثرت سے بارشیں ہوتی ہیں تو مینڈکوں کی بہتات ہوتی ہے اور ان کی ٹرٹر سے فضا میں ایک شور بپا ہوتا ہے۔ ایسا ہی نظارہ روحانی دنیا میں بھی دیکھنے میں آتا ہے لیکن ایک فرق کے ساتھ۔ ظاہری مینڈک تو برسات کے موسم میں شاید خوشی سے اپنی زبان میں جسے انسان نہیں سمجھ سکتے اپنے رب کی تسبیح کرتے ہیں لیکن جب مومنین پر اللہ تعالیٰ کے فضلوں کی برسات نازل ہوتی ہے تو ان کے معاندین "وان تمسسکم حسنۃ تسوءھم" کے مصداق غیظ و غضب سے ٹراتے ہیں اور ہر قسم کی فحش کلامی اور بیہودہ گوئی سے کام لیتے ہوئے شور و غوغا بلند کرتے ہیں۔ چنانچہ جلسہ سالانہ کے کامیاب انعقاد پر مخالفین میں ایسا ہی رد عمل دیکھنے میں آیا ہے۔ جماعت احمدیہ مسلمہ کے متعدد ممالک میں نفوذ اور صرف ایک سال کے عرصہ میں ۸ لاکھ ۵ ہزار سے زائد افراد کی جماعت میں شمولیت اور خدمت دین اور خدمت انسانیت کے مختلف میدانوں میں روز افزوں غیر معمولی ترقی و استحکام کو دیکھ کر صف دشمن میں ایک کھلبلی مچ گئی ہے اور معاندین حق حسد اور جلن کے انگاروں پر لوٹ رہے ہیں لیکن بھلا ان برساتی مینڈکوں کے ٹرانے سے جماعت احمدیہ پر خدا کے فضلوں کی برسات تھم سکتی ہے؟ نہیں، ہرگز نہیں۔ "لَا رَآدَّ لِفَضْلِہٖ"۔ یہ معاند ملّاں اسی طرح ناکامی و نامرادی میں ٹراتے رہیں گے اور احمدیت خدا کے فضلوں کی برسات میں نشوونما پاتی ہوئی کل عالم پر محیط ہوتی چلی جائے گی۔ انشاء اللہ۔

بقیہ جلسہ سالانہ

جلسہ سالانہ کے انتظامات کا آغاز عملاً تو بہت پہلے سے ہو چکا تھا۔ البتہ سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ۲۳ جولائی کو جلسہ سالانہ کے انتظامات کا معائنہ فرمایا اور موقعہ پر ضروری ہدایات سے نوازا۔ بعد ازاں اس جگہ تشریف لائے جہاں تمام کارکنان جلسہ ایک انتظام کے تحت اپنے اپنے ناظمین کے پیچھے قطاروں میں ایستادہ تھے۔ اس موقعہ پر تلاوت قرآن کریم اور اس کے ترجمہ کے بعد سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے جلسہ سالانہ کے کارکنان سے انگریزی زبان میں خطاب فرمایا۔ حضور ایدہ اللہ نے جملہ انتظامات کی عمدگی پر تحسین کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ دنیا میں ہر جگہ جلسہ سالانہ کا بنیادی ڈھانچہ ایک ہی ہے جو اپنی نیک روایات کے ساتھ قائم اور جاری ہے۔ حضور نے کارکنان کو نصیحت فرمائی کہ ہم نے اس خدمت کے جذبہ کے ساتھ مہمانوں کی خدمت کرنی ہے جو اسلام نے ہمارے اندر پیدا کیا ہے۔ حضور نے آیت قرآنی "کزرع اخرج شطاہ ...." کے حوالہ سے فرمایا کہ اس میں بتایا گیا ہے کہ اسلام کی نشاۃ ثانیہ کی مہم کے کارکنان جب مختلف جگہ پر اسلام کے احیاء نو کی کھیتی کو پھلتا پھولتا دیکھیں گے تو بہت خوش ہونگے۔ حضور نے فرمایا کہ اگر یہ نشوونما روحانیت کے بغیر ہوتی تو اسے روئیدگی اور سبزہ کے طور پر پیش نہ کیا جاتا۔ آپ نے فرمایا کہ انتظام خواہ کتنا ہی اچھا ہو لیکن یہ روحانیت کی سرسبزی و شادابی اس کے اندر موجود اور قائم رہنی چاہئے۔ حضور نے سائنٹفک انداز میں اس آیت قرآنی کے مضمون کو اجاگر کرتے ہوئے فرمایا کہ روحانیت بلندی سے تعلق رکھتی ہے۔ اسے حاصل کرنے کے لئے محنت اور جدوجہد کی ضرورت ہے اور اس کے لئے ضروری ہے کہ انسان کو اندر سے بیدار کیا جائے اور اسے اپنے نفس کے محاسبہ کی عادت ہو اور وہ ہمیشہ اس بات کا جائزہ لیتا رہے کہ کیا وہ اس مادی دنیا کی محبت سے خدا کی محبت کی طرف اور اس دنیا کی لذتوں سے خدا کی یاد کی لذت کی طرف سفر کر رہا ہے یا نہیں۔ حضور نے فرمایا کہ ہر انسان جانتا ہے کہ اس کے اندر کتنے اندھیرے ہیں۔ اس کے لئے اپنے اندر کی آنکھیں کھولیں۔ جب آپ اپنے اندر کے اندھیروں سے واقف ہونگے تو ان کے ازالہ کے لئے آپ کو انتھک محنت کرنی پڑے گی۔ اور اگر آپ عواقب سے بے پروا ہو کر محنت کرتے چلے جائیں گے تو آپ کو ایک روحانی تسکین نصیب ہوگی۔ حضور نے فرمایا کہ نماز میں باقاعدگی اور با جماعت نماز کے ساتھ یہ سب کام ہو سکتے ہیں۔ خطاب کے آخر پر حضور نے اجتماعی دعا کروائی۔

بعد ازاں کچھ دیر کے لئے آپ خواتین کی مارکی میں تشریف لے گئے جہاں زنانہ جلسہ گاہ کی ناظمہ مع دیگر کارکنات و معاونات حاضر تھیں۔ اس کے بعد حسب روایت افسر صاحب جلسہ کی طرف سے جملہ ناظمین کے لئے چائے کا انتظام تھا جس میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بھی ازراہ شفقت شرکت فرمائی۔

(جلسہ سالانہ کی کاروائی اور حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کے خطابات کا خلاصہ آئندہ اشاعتوں میں پیش کیا جائے گا۔ انشاء اللہ)

احادیث النبیؐ

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ قَالَ: قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَاَنَا مَعَہٗ حِیْنَ یَذْکُرُنِیْ فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاٍ خَیْرٍ مِنْھُمْ وَاِنِ اقْتَرَبَ اِلَیَّ شِبْرًا اِقْتَرَبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا وَاِنِ اقْتَرَبَ اِلَیَّ ذِرَاعًا اِقْتَرَبْتُ اِلَیْہِ بَاعًا وَاِنْ اَتَانِیْ یَمْشِیْ اَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً۔ (ترمذی ابواب الدعوات)

حضرت ابو ہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ میں بندے کے گمان کے مطابق سلوک کرتا ہوں اور جس وقت بندہ مجھے یاد کرتا ہے میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ اگر وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرے تو میں بھی اس کو اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔ اور اگر وہ میرا ذکر محفل میں کرے تو میں اس کا ذکر ان سے بہتر محفل میں کرتا ہوں۔ اگر وہ میری جانب ایک بالشت بھر آئے تو میں اس کی طرف ایک ہاتھ جاتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ آئے تو میں اس کی طرف دو ہاتھ جاتا ہوں۔ اگر وہ میری طرف چل کر آئے تو میں اس کی طرف دوڑ کر جاتا ہوں۔

اصل امن دینے والا دنیا کو وہ شخص ہے جو جیسا اپنے لئے چاہتا ہے ویسا ہی دوسرے اپنے بھائی کے لئے چاہے اور اپنے سکھ دکھ کو ان کے ساتھ بانٹے

بقیہ خلاصہ خطبہ جمعہ

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے مختلف آیات قرآنیہ کی روشنی میں فرمایا کہ جب آپ خدا کی خاطر ابتلاؤں سے گزریں تو لوگوں سے رحم نہ مانگیں۔ اللہ کی خاطر صبر کیا تھا تو اسی سے رحم کی التجا کریں۔ یہی وہ لوگ ہیں جنہیں خدا کے حضور سربلندی عطا کی جائے گی۔ ایسے نئے بیعت کرنے والے کثرت سے پھر دوسروں کی بیعتیں کرواتے ہیں اور ہر قسم کی تکلیفیں اٹھا کر ثابت قدمی دکھاتے ہیں۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ وہ لوگ جو اللہ کی خاطر ہجرت کرتے ہیں وہ دنیا کی تکلیفوں سے ہجرت تو کرتے ہیں مگر اللہ کی خاطر ان نیکیوں اور نیک کاموں سے ہجرت نہیں کرتے جن کی وجہ سے انہیں تکلیف دی جاتی تھی بلکہ وہ پھر بھی خدا کی خاطر نیکیوں کا جہاد کرتے ہیں۔ ایسے صبر کرنے والوں پر خدا کے پیار کی نظر پڑتی ہے اور ان کے سارے گناہ بخشے جاتے ہیں اور یہ نیک انجام انہیں صبر کے نتیجہ میں اور نیکیوں پر قائم رہنے اور نیکیوں سے چمٹ جانے میں حاصل ہوتا ہے۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے قرآنی آیات کے حوالہ سے بتایا کہ اللہ تعالیٰ مومنین سے فرماتا ہے کہ ایک وقت آئے گا کہ اللہ تم پر فضل فرمائے گا تو اس سے انہیں تکلیف ہوگی اور وہ چاہیں گے کہ تم بد ہو جاؤ۔ لیکن اگر تم صبر کرو اور تقویٰ اختیار کرو گے تو پھر ان کی کوئی تدبیر تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکے گی۔ حضور نے فرمایا کہ امر واقعہ یہ ہے کہ خدا نے دشمن کی ہر سکیم کے گرد گھیرے ڈالے ہوئے ہیں ورنہ وہ چاہتے تو بہت کچھ ہیں مگر ان کا شر اچھل کر باہر نہیں نکلتا اور اگر نکلتا ہے تو بہت تھوڑا کیونکہ صبر کا لفظ بتاتا ہے کہ کچھ تکلیفیں پہنچیں گی مگر وہ تمہارے مقاصد کو کوئی نقصان نہیں پہنچا سکیں گے اور جو دکھ تمہیں پہنچے گا اس کے مقابل پر اتنے فضل نازل ہو رہے ہونگے کہ وہ دکھ بہت معمولی دکھائی دے گا۔

حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے صبر کے عظیم الشان نمونوں میں سے بعض کا نہایت رقت آمیز ذکر فرمایا کہ دنیا کا سب سے بڑا صبر کرنے والا انسان محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ہیں اور آپ کو ہی دنیا کا سب سے بڑا داعی الی اللہ بتایا گیا۔ حضرت محمدؐ رسول اللہ کا صبر اپنے ساتھ رحم کے جذبے رکھتا ہے غصہ کے نہیں۔ اور دنیا کے سب سے زیادہ صبر کرنے والے انسان کو ہی رحمۃ للعالمین بنایا گیا۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ رحم کے نتیجہ میں جو صبر ہو اس صبر کا بدلہ خدا لیتا ہے۔ حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسماعیل علیہ السلام کے صبر کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ دشمن کے سامنے صبر اختیار کرنا اور چیز ہے لیکن ایک ایسے موقعہ پر جب کہ اختیار دیا جاتا ہے حضرت اسماعیلؑ کا یہ فرمانا کہ اے میرے باپ جس بات کا تجھے حکم دیا گیا ہے تو ویسا کر "ستجدنی انشاء اللہ من الصابرین" یہ وہ صبر کا اعلیٰ نمونہ تھا جس کی کوکھ سے محمدؐ رسول اللہ کا صبر پھوٹا تھا اور پھر اتنا ترقی کر گیا کہ اس کے مقابل پر یہ صبر بہت معمولی دکھائی دیتا تھا۔ اور محمدؐ رسول اللہ کی امت میں ایک اسماعیل نہیں ہزاروں لاکھوں اسماعیل پیدا ہوئے۔ پس محمد مصطفیٰؐ کا صبر اختیار کریں۔ اسماعیل کا صبر اپنے سینوں میں جگائیں اور یقین رکھیں کہ آپ ہمیشہ ترقی کرتے چلے جائیں گے اور دشمن کی کوئی تدبیر آپ کا ادنیٰ سا نقصان بھی نہیں کر سکے گی۔

خود ساختہ مذہبی اجارہ داروں کی چیرہ دستیاں

(پروفیسر سعود احمد خان۔ ربوہ)

(قسط دوم)

انبیاء علیہم السلام اور انکے ماننے والوں کے ساتھ ظلم و ستم

یہ بھی ایک قدرتی بات ہے کہ جو حق کی شناخت کو آسان بنا دیتی ہے کہ تمام انبیاء اور حق کے فرستادوں کو ایک جیسے حالات میں سے گزرنا پڑتا ہے۔ جہاں ان کے کردار کا بنیادی نقطہ ان کا صبر و رضا اور مخلوق خدا کی خدمت ہوتا ہے۔ وہ ان کے لئے سراپا شفقت اور محبت ہوتے ہیں۔ وہاں ان کے مخالفین کا کردار بھی اسکے برعکس ہوتا ہے۔ چنانچہ ہر زمانہ میں خواہ وہ مہاتما بدھ ہوں یا مہابیر جین یا انبیائے بنی اسرائیل اور ان کے سلسلہ کے زمانی اعتبار سے آخری نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام ہوں یا وہ ہمارے آقا و مولیٰ حضرت محمد رسول اللہ علیہم الصلوۃ والسلام ۔ انکی مخالفت میں وہی لوگ پیش پیش رہے جن کو قوم نے اپنا مذہبی۔ علمی اور سیاسی رہنما بنایا ہوا تھا۔ اور ان کو اپنے اقتدار کے ختم ہونے کا خوف لاحق تھا۔ حضرت ابراہیمؑ کی مخالفت تو گھر سے شروع ہوگئی جبکہ ان کا اپنا باپ آزر یا تارح بت بناتا تھا اور مذہبی روایات کا حامل تھا۔ وہ بھی اپنے بیٹے کو آگ میں پھینکے جانے کو نہ روک سکا۔ اسی طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی مخالفت مصر کے فرعونوں نے کی حالانکہ وہ انہی کے محل میں پلے بڑھے تھے۔ لیکن فرعون تو خود اپنے زمانہ کا سب سے بڑا برہمن اور پروہت اور ملاں تھا کیونکہ وہ تو خود مذہبی روایات کے مطابق خدا ہونے کا دعویدار تھا۔ اور اس کو حضرت موسیٰ علیہ السلام اور حضرت ہارون علیہ السلام سے اسی لئے کد تھی کہ وہ ایک خدا کے سوا سب خداؤں کو جھوٹا اور ناقابل پرستش اور ناقابل عبادت گردانتے تھے۔

انبیاء اور انکی جماعتوں کے خلاف دین کے مزعومہ ٹھیکیداروں اور ملاؤں کا سب سے بڑا الزام یہ ہوتا ہے کہ یہ لوگ ملک کے غدار ہیں اور دوسروں کو ملک سے نکال کر خود حکومت کرنا چاہتے ہیں۔ جیسے قرآن کریم میں حضرت موسیٰ علیہ السلام پر الزام لگائے جانے کا ذکر ہے۔ فرمایا۔

يُرِيدُ أَنْ يُخْرِجَكُمْ مِنْ أَرْضِكُمْ (اعراف:۱۱۱)

تم کو تمہارے ملک سے نکالنا چاہتا ہے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام پر بھی یہی الزام تھا۔ چنانچہ انجیل میں ہم پڑھتے ہیں کہ انہوں نے ایک معجزہ دکھایا اور سینکڑوں ان کے ساتھ ہوجاتے تھے اگر سب کو جمع کیا جائے تو ہزاروں ہوجاتے ہیں لیکن یہ کیفیت فریسیوں سے ملنے سے پہلے تھی۔ جب ان سے مقابلہ ہوا تو بہت الزاموں کے ساتھ ایک الزام ملک میں بغاوت پھیلاکر اس پر قبضہ کرنا تھا گویا حکومت وقت کا باغی ہونا۔ اس طرح وہ دو پہلو سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے لئے مشکلات پیدا کرنا چاہتے تھے۔ ایک تو رومن حکومت کو ان سے بدظن کرنا دوسرے کمزور لوگوں کو ڈرانا مقصود تھا کہ اگر اس کا ساتھ دوگے تو رومن حکومت تم کو بھی غدار سمجھ کر جیل میں سزا دے گی جو غداروں اور باغیوں کو دی جاتی ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام سے متعلق قرآن مجید سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ عوام الناس پر فرعون کا یہ حربہ کامیاب رہا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ لوگوں نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو کہا۔

تَكُونَ لَكُمَا الْكِبْرِيَاءُ فِي الْأَرْضِ (یونس:۷۹)

(کہ) تم دونوں کو ملک میں بڑائی حاصل ہوجائے۔

کیسا جھوٹا الزام تھا۔ وہ تو اس ملک کو اپنی قوم بنی اسرائیل کے ساتھ چھوڑ کر واپس فلسطین چلے جانا چاہتے تھے۔ اسی طرح حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف یہودی علماء کے پروپیگنڈا کا اثر رومن حکومت پر ہوا اور اس نے ان کو گرفتار کرلیا اور صلیب پر لٹکادیا۔

ابتدائی عیسائی تاریخ

عیسائیوں پر ان کے ابتدائی دور میں یہودی فریسیوں نے جو ظلم ڈھائے یا پھر رومن سلطنت کے تحت اٹلی اور یونان میں جو ان پر عرصہ حیات تنگ کیا گیا۔ ان تمام مظالم کے گواہ آج بھی وہ کیٹا کامبز یعنی زمین دوز سرنگیں ہیں جن میں ابتدائی عیسائی چھپ کر اپنی جان بچانے کے لئے کئی کئی دن گزار دیتے اور ان کو سورج کی روشنی دیکھنا نصیب نہ ہوتا۔ ان کی ان مصیبتوں پر تحسین کہنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں پوری ایک سورۃ کہف شامل فرمائی لیکن اس ستم ظریفی کو کیا کہئے کہ جب چوتھی صدی عیسوی کے پہلے ربع کے اختتام پر کونسٹنٹائن نے عیسوی مذہب کو قبول کیا تو اب عیسائیوں نے غیر عیسائیوں اور یہودیوں سے بدلے لینے شروع کئے۔ یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ مسلمانوں نے یہودیوں کو وہ تمام حقوق ان علاقوں میں عطا کئے جن کو انہوں نے عیسائیوں سے فتح کیا تھا۔ رومن شہنشاہ کونسٹنٹائن کے ایمان لانے سے قبل ہی جبکہ ابتدائی عیسائی غیروں کے ظلم و ستم کا نشانہ بنے ہوئے تھے خود وہ بھی مذہبی اجارہ داروں کی تفرقہ بازی کا شکار ہونے لگے تھے بلکہ خود کونسٹنٹائن کے ایمان لانے میں جو بات مانع تھی یہی تھی کہ وہ کس فرقہ میں داخل ہوکر ایمان لانے کی سعادت سے بہرہ مند ہو جبکہ اسکے اپنے خاندان کے دیگر افراد خصوصیت سے خواتین پہلے ایمان لے آئی تھیں۔ ۳۱۲ عیسوی میں ایک دشمن کے خلاف جنگ میں جب حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے خواب میں اسکو بشارت دی کہ عیسائی جھنڈے کے زیر سایہ جنگ لڑی جائے۔ صلیبی جھنڈے کو واقعی کامیابی نصیب ہوئی تو اس نے باقاعدہ عیسوی مذہب قبول کرلیا۔ اس میں تو شک نہیں کہ رومن سلطنت میں جو عیسائی کلیسا پر دباؤ تھا اور اس کو آزادی سے اشاعت دین میں بندشیں تھیں اس کے ایمان لانے سے جاتی رہیں لیکن خود چرچ اب حکومت کا ایک ادارہ بن گیا اور بادشاہ کو PontifexMaximus یعنی مذہب کا بحیثیت محافظ سربراہ بنا دیا گیا۔ پادری کینن ڈبلیو بی بیرس کے مطابق۔

"جب مسیحی مذہب شاہی مذہب قرار دیا گیا تب وہ (بادشاہ) اس کا بھی سردار گنا گیا۔ اور تمام مذہبی معاملات میں اسکی رائے افضل قرار دی گئی۔ کلیسا کے تمام بیرونی معاملات کونسٹنٹائن نے اپنے ہاتھ میں رکھے۔ مثلاً کونسلوں کا فراہم کرنا۔ خود میر مجلس ہونا او مذہبی حلقے قائم کرنا اور ڈائیوسیس (حلقوں میں مذہبی سربراہ پادری وغیرہ) مقرر کرنا۔ لیکن کلیسا کے اندرونی معاملات جیسے مذہبی مباحثے طریق عبادت۔ خادمان دین کے فرائض بشپوں اور کونسلوں کے سپرد کردیئے۔ (تواریخ مسیحی کلیسا۔ کرسچین نالج سوسائٹی انارکلی لاہور۔ ۱۹۳۹ء۔ صفحہ ۱۸۳)

عیسائیت کے شاہی مذہب بنادینے سے مذہبی اجارہ داروں کی بن آئی چنانچہ پادری موصوف مزید لکھتے ہیں۔

"بشپوں کو خاص عدالتی حقوق حاصل ہوئے کہ بطور جج یا مجسٹریٹ مسیحیوں کے مقدمات کا فیصلہ کریں اور ان کے فیصلے قانوناً جائز مانے گئے۔ اور ان کے فیصلوں کی اپیل ہی نہ تھی۔ خادمان دین اپنے دینی اعلیٰ افسروں کے تابع رکھے گئے اور کچہری (کورٹ) کی حاضری سے مستثنیٰ کئے گئے۔

مندروں کو جو پناہ گاہ ہونے کا حق حاصل تھا اب وہ گرجوں کو بخشا گیا۔ خادمان دین کا رعب و اختیارات یہاں تک بڑھ گئے کہ دنیوی حکام جو کسی نہ کسی طرح اپنی ناجائز خود مختاری سے کام لیتے تھے ان کا خوف ماننے لگے اور رفتہ رفتہ بشپ اپنا یہاں تک حق جتانے لگے کہ گورنروں اور مجسٹریٹوں اور دیگر حکام کو مشورہ دیں اور ان کے کام میں اصلاح کریں۔ (ایضاً صفحہ ۱۸۴)

اصلاح کا مطلب یہ ہوا کہ حکومت، چرچ کے عہدیدار، کلیسیا اور بشپ یعنی مذہبی ٹھیکیداروں کی مرضی کے مطابق اپنے فرائض منصبی ادا کریں۔ کیونکہ پادری صاحب موصوف فرماتے ہیں۔

"ان وجوہات کے باعث روحانی اور پولیٹیکل معاملات عجیب طور پر خلط ملط ہوگئے۔ بعض اوقات اس بات کی بھی کوشش کی گئی کہ شاہی دباؤ سے عوام کے ضمیر دبادیئے جائیں۔ (ایضاً صفحہ ۱۸۴)

چرچ اور سائنس

مذہبی تفرقہ بازی اور اس میں ایک فرقہ کے دوسرے فرقہ پر ظلم و تعدی کی داستانیں بہت اندوہناک ہیں لیکن اسکے علاوہ ایک میدان بھی جو چرچ کو مشق ستم کے لئے کھلا مل گیا وہ علم و دانش کا قلع قمع کرنا تھا جس نے اس یورپ کو جس میں سقراط، افلاطون اور ارسطو جیسے فلاسفر، اقلیدس اور ارشمیدس جیسے سائنسدان، بقراط اور جالینوس جیسے اطباء اور ہیروڈٹس جیسا مؤرخ، ہومر جیسا شاعر پیدا ہوا پھر کئی صدیوں کے لئے جہالت اور توہم پرستی کے اتھاہ اندھیروں میں دھکیل دیا۔ یہ سب کچھ مذہبی ملاؤں یعنی عیسائیت کے اجارہ دار پادریوں، چرچ کی انانیت اور مخلوق خدا کو خدا کے نام پر اپنا غلام بےدام بنانے کی ہوس کے کرشمے ہیں۔ جو ظلم و ستم اہل دانش پر روا رکھا گیا اسکی ایک مثال کے لئے یہ المناک واقعہ کافی ہے جو گبن نے اپنی شہرہ آفاق کتاب Decline And Fall of the Roman Empire (Vol:4) میں تحریر کیا ہے۔

"ریاضی دان میتھون کی بیٹی ہائی پیشیا نے اپنے باپ کے علوم کی اشاعت و ترویج کا آغاز کیا۔ اسکی فاضلانہ تشریحات نے اپالونیئس کی جیومیٹری کی وضاحت کی۔ وہ اسکندریہ اور ایتھنز میں افلاطون اور ارسطو کے فلسفہ کا عام درس دیتی تھی۔ یہ انتہائی حسن و جمال اور عقل و دانش کا زمانہ تھا۔ یہ شرمیلی دوشیزہ اپنے مداحوں کو ٹھکراکر اپنے شاگردوں کی تعلیم و تدریس میں لگی رہی۔ اس دور کے نمایاں اہل علم و فضل حضرات اس فلسفی خاتون سے ملنے کے لئے بےچین رہتے۔ سائرل اس کے مرکز علم و فضل میں آنے والوں کے ہجوم کو رشک و حسد کی نگاہ سے دیکھتا تھا۔ عیسائیوں میں یہ افواہ پھیل گئی کہ میتھون کی بیٹی رومن فرمانرواؤں اور آرک بشپوں کے درمیان تفاہم و تعاون پیدا کرنے میں واحد رکاوٹ ہے۔ چنانچہ جلد یہ رکاوٹ دور کر دی گئی اور Lent کے مقدس موسم میں وہ ہلاکت خیز دن بھی آیا جب ہائی پیشا کو اسکی راحت بخش گاڑی سے کھینچ کر باہر گرا دیا گیا اور پیٹر کے بےرحم متعصبوں کے ایک گروہ نے اسکو برہنہ کرکے نہایت غیر انسانی طریقے سے ذبح کر ڈالا۔ (گبن زوال سلطنت روما جلد چہارم صفحہ ۲۴۱ ۔ حوالہ نقوش سیرت نمبر جلد ۴ صفحہ ۲۱)

پروٹسٹنٹ اصلاحی تحریک اور چرچ کا کردار

چرچ کے یہ مظالم ابتدا میں ہی نہ تھے بلکہ جوں جوں رومن سلطنت کے حصے بکھرے ہوتے گئے بادشاہتیں قائم ہوتی گئیں ہر ملک میں شاہ پرست ملاؤں یعنی درباری پادریوں نے اپنے حریفوں کو ظلم و ستم سے دبانے کی کوششیں تیز سے تیز تر کردیں۔ ان میں انتقامی کاروائیاں تو اور بھی بھیانک رنگ اختیار کرتی گئیں۔ چنانچہ انگلستان میں ہنری ہشتم نے جو پوپ سے رشتہ توڑ کر قومی چرچ کی بنیاد سولہویں صدی میں رکھی تو اس کے بعد خونچکاں داستان کا ایک دور شروع ہوا اور مذہب کے ساتھ بھی عجیب کھیل کھیلے گئے۔ یہ ہنری وہ شاہزادہ تھا جس کو اس کا باپ ہنری ہفتم مذہبی تعلیم دلاکر ایک بڑا پادری بنانا

چاہتا تھا تاکہ وہ کیتھولک چرچ میں کارڈینل کا مقام حاصل کرے اور اس طرح کبھی اسکو پوپ کے انتخاب میں ایک امیدوار بنایا جائے۔ اسی مذہبی جذبہ میں ہنری نے ایک کتاب مارٹن لوتھر کی اصلاحی تحریک کے خلاف لکھی جس پر اس کو پوپ کو طرف سے "محافظ دین" یعنی Defender of the Church کا خطاب عطا ہوا جو آج تک شاہ برطانیہ کے نام کے ساتھ فخر سے استعمال کیا جاتا ہے حالانکہ اب پورا اینگلیکن چرچ، روم کی نگاہوں میں ایک بدعتی چرچ ہے۔ ہنری ہفتم کی یہ خواہش تو پوری نہ ہوئی کہ وہ ہنری کے ذریعہ عیسائیت کے تخت پر قبضہ کرنا چاہتا تھا تو یورپ کی سیاست میں وہ اس طرح چھا جانے کے خواب دیکھ رہا تھا کہ سپین کی شہزادی کیتھرین سے اپنے بڑے لڑکے کی شادی کردی لیکن وہ فوت ہوگیا تو بہرحال سیاسی کھیل اس کو زیادہ دلکش نظر آیا تو اسپین کی شہزادی کو چھوڑنا مناسب نہ سمجھا اور چھوٹے بیٹے کے ساتھ اسکی شادی کرنے کے لئے اجازت چاہی۔ کیونکہ چرچ کے مطابق بھاوج سے شادی جائز نہیں۔ پوپ کو بھی ہنری کی دوستی کی ضرورت تھی اس لئے اجازت دے دی۔ گویا مذہب نہ ہوا موم کی ناک ہوگئی جدھر چاہا اسکو موڑ دیا۔ ہنری ہشتم کی کیتھرین سے ایک مرگلی سی لڑکی پیدا ہوگئی۔ جب وہ بادشاہ ہوا تو یورپ کی سیاست میں جو مقام اس کے لئے ہنری ہفتم چاہتا تھا، نہ مل سکا تو ہنری ہشتم ہوتے ہوئے اس نے کیتھرین کو چھوڑنے کا منصوبہ بنایا۔ پوپ سے علیحدگی کی اجازت مانگی کیونکہ وہ اس کو تخت کا وارث بیٹے کی شکل میں نہ دے سکی تھی۔ اب پوپ کو ہنری سے زیادہ فلپ شاہ سپین کی دوستی کی ضرورت تھی۔ اسکی بہن کو طلاق دلانا سیاسی مصلحت کے خلاف تھا، چنانچہ پوپ نے اجازت نہ دی۔ اس پر آکسفورڈ یونیورسٹی کے ایک دینیات کے استاد پادری کرینمر (Cranmer) نے اس کو راہ دکھائی کہ پوپ نے بھاوج سے شادی کی اجازت مسیحی تعلیم کے خلاف دی تھی جس کا اس کو اختیار نہ تھا اس لئے وہ شادی نہ تھی بلکہ کیتھرین اس کے گھر میں داشتہ کے طور پر تھی جس کو جب جی چاہے چھوڑا جاسکتا تھا۔ اجازت ضروری نہیں۔ ہنری ہشتم نے کیتھرین کو محل سے چلتا کیا البتہ میری کو بیٹی کے طور پر تسلیم کیا۔ اب کریمر آرچ بشپ آف کنٹربری تھا اور اینگلیکن چرچ کا لارڈ پادری۔ اس کے بعد اسی چرچ کا سربراہ اور ایمان کا محافظ ہوتے ہوئے ہنری نے محل میں جو عیاشی کا کھیل کھیلا تو الامان و الحفیظ۔ یکے بعد دیگرے پانچ اور عورتوں کو بیوی بنایا۔ ان میں سے ایک نے اس کو بیٹا ایڈورڈ بھی دیا۔ اب گویا ہر بادشاہ یا ملکہ کے تخت پر بیٹھنے کے ساتھ چرچ بھی بھیس بدل لیتا۔ ایڈورڈ پروٹسٹنٹ تھا تو چرچ بھی پروٹسٹنٹ اور میری کیتھولک تھی تو چرچ بھی کیتھولک ہوگیا۔ گویا بادشاہ اور چرچ تو سیاسی مہرہ بازی کرتے رہے تو عوام کو مذہب کے لئے خون کی ہولی کھیلنی پڑی۔ بہرحال اس الٹ پلٹ میں اہل چرچ کو بھی مذہبی تعصب کی قربان گاہ پر بھینٹ تو چڑھنا پڑتا ہے۔ چنانچہ میری کے زمانہ میں جس کو BloodyMary یعنی "خونخوار میری" کے نام سے تاریخ میں یاد رکھا جاتا ہے۔ اسی کریمر کی شامت تو آنا تھی جس نے اس کو بے نکاح کی اولاد قرار دیا تھا۔ کرینمر اور اس کے دو ساتھیوں Redley اور Latimer پر کیا بیتی اس کا حال The Story of Civilization کے مصنف Will Durant نے یوں کھینچا ہے:۔

"مذہب کے نام پر مارے جانے والے اکثر عوام الناس تھے جن کا قصور یہ تھا کہ انہوں نے بائبل کو پڑھنے کی جسارت کی تھی اور کیتھولک تفسیر کی بجائے اب وہ پروٹسٹنٹ تفسیر کے حامی ہوگئے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ اب ظلم و ستم روا رکھنے والوں کے نزدیک انصاف کا تقاضہ تھا کہ ان عوام الناس کی بجائے زیادہ مستحق وہ پادری حضرات تھے جنہوں نے عوام کو مغالطہ میں ڈالا تھا۔ اس لئے کرینمر جس کی عمر ۶۵ سال تھی اور ریڈلے کہ وہ بھی ۶۵ سال کا تھا اور لٹیمر، ۸۰ سال کے بوڑھے کو عدالت کے کٹہرے میں کھڑا کیا جائے۔ پس ان کو لنڈن کے ٹاور یعنی شاہی محل کے قید خانہ سے نکال کر آکسفورڈ لایا گیا۔ یہ خود بھی عیسائی ملاں یا مذہبی اجارہ دار رہے تھے (یعنی ان کا ریکارڈ بھی پروٹسٹنٹ دور میں کیتھولک مذہب کے سفاک پادریوں سے کم نہ تھا۔ لٹیمر کا دامن بھی انا باپٹس اپنے عیسائی عقیدے کے پکے فرانسکانوں کے ہنری ہشتم کے عہد میں قتل کئے جانے کے فتووں سے داغدار تھا اور ریڈلے نے جون گرے کے برطانوی تاج و تخت پر غاصبانہ قبضہ کی کھلے عام حمایت کی تھی۔ اور میری کو (جو اب ملکہ انگلستان تھی۔ ناقل) ولدالحرام قرار دیا تھا۔ اور بونر اور گارڈنر کو ان کے مذہبی اعلیٰ منصبوں سے ہٹائے جانے میں بھی اس کا ہاتھ تھا جبکہ کرینمر انگلستانی مذہبی اصلاحی تحریک میں علمی سربراہ تھا۔ اسی نے (بحیثیت پادری۔ ناقل) ہنری ہشتم کی ملکہ کیتھرین کے ساتھ رشتہ ازدواج کو منسوخ قرار دیا تھا۔ اور پھر بادشاہ کا نکاح این بولین سے پڑھا تھا۔ اور کیتھولک عبادت کو خیرباد کہہ کر انگریزی کی Common Prayer سے بدل دیا تھا۔ Firth Lombart اور دوسرے کیتھولک عمائدین کو عدالت میں مجرم قرار دیا تھا۔ اور کیتھولک طریق عبادت کو فاسقانہ بتایا تھا۔ یہ تینوں ارباب کلیسیا انگلستان دو سال سے قید تھے۔

کرینمر پر آکسفورڈ میں ۷ ستمبر کو مقدمہ چلایا گیا۔ اسکے مقدمہ سازوں نے اس سے معذرت خواہانہ بیانات بھی حاصل کرنے کی کوششیں کیں۔ وہ اپنے عقیدے پر ہی قائم رہا۔ اور آخر اس کو مجرم قرار دے دیا گیا۔ چونکہ وہ آرچ بشپ تھا اس لئے اس کی سزا کے نفاذ کے لئے پوپ سے رجوع کرنا لازمی تھا........ ریڈلے نے اپنے عقیدے کا ڈٹ کر اظہار کیا اور لٹیمر نے بھی جو اپنے لیر لیر جبہ میں ہی عدالت میں پیش ہوا........ دونوں (ریڈلے اور لٹیمر) کو مجرم ٹھہرایا گیا اور ۶ اکتوبر ۱۵۵۵ء کو زندہ جلائے جانے کی سزا دی گئی..... ان کو زنجیروں کے ساتھ لوہے کے ایک کھمبے سے باندھ دیا گیا اور دونوں کے پاس بارود کے تھیلے رکھ دیئے گئے۔ اور فتیلوں کو آگ لگادی گئی تب لٹیمر (۸۱ سالہ۔ ناقل) نے ریڈلے (۶۵ سالہ۔ ناقل) کو کہا: "دل جمع رکھو عزیز من! ہم آج خدا کے فضل سے وہ شمع روشن کرنے لگے ہیں جو مجھ کو یقین ہے کبھی نہ بجھائی جاسکے گی"۔

(Will Durant: The Story of Civilization; part VI)

پوپ نے بھی آرچ بشپ کرینمر کی سزا کی توثیق کردی۔ انگلستان کے پہلے پروٹسٹنٹ آرچ بشپ نے آخر موت کے خوف سے ہتھیار ڈال دیئے اور اپنے ہی خواہوں کی پے در پے اپیلوں پر اپنے عقیدوں سے توبہ کرلی۔ لوتھر اور زوانگلی کو فاسق قرار دیا اور رومن کیتھولک عقیدوں اور رسوم عبادت کو صحیح تسلیم کرلیا۔ اب تو اس کی جان بخشی ہو جانی چاہیئے تھی۔ لیکن ملکہ میری کا دل نہ پسیجا اس لئے کہ اس نے ہنری ہشتم سے اسکی ماں کیتھرین کی شادی کے ناجائز ہونے کا فتویٰ صادر کیا تھا اس طرح میری ولدالحرام ہوگئی تھی۔ اس نے کرینمر کے تمام توبہ ناموں کو در خور اعتنا نہ سمجھتے ہوئے پوپ کی توثیق کردہ سزا کے نفاذ کا حکم دے دیا۔ ۲۱ مارچ ۱۵۲۶ء کی صبح سینٹ میری کے چرچ کے سامنے اس کو چتا پر لایا گیا جہاں اس نے اپنے آخری توبہ نامہ کا اظہار اپنی زبان سے کرکے تمام ناظرین کو ششدر کردیا۔ اس نے اعلان کیا:

"اور اب میں سب سے اہم بات کہنے لگا ہوں جو میرے ضمیر پر میری زندگی کا سب سے بڑا بوجھ بنی ہوئی ہے اور وہ میرے وہ توبہ نامے ہیں جو میں اب تک موت کے خوف سے لکھ کر قید خانہ سے باہر بھجواتا رہا....... اور چونکہ وہ سب میرے ہاتھ سے لکھے گئے اس لئے پہلے میرے ہاتھ سزا کے مستحق ہیں کیونکہ انہوں نے میرے دل کے خلاف عبارتیں لکھی تھیں...... جہاں تک پوپ کی حیثیت کا سوال ہے تو میں اس کو عیسیٰ مسیح کا دشمن دجال قرار دے کر دھتکارتا ہوں۔ (ایضاً)

یورپ میں جو مذہبی جنگوں کا آغاز مارٹن لوتھر کی اصلاح چرچ تحریک سے ہوا وہ ڈیڑھ سو برس سے زیادہ عرصہ تک جاری رہا حتیٰ کہ ۱۶۸۸ء میں خود عیسائی کیتھولک حکومتیں بھی اس خونریزی اور غارت گری سے تنگ آگئیں اور ایک امن کا معاہدہ طے پایا۔ جس کو یورپ کی تاریخ میں Peace of WestPhalia یعنی "امن مغربی فالیہ" کہتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں اگرچہ عوام کو اتنی آزادی دی گئی کہ وہ ایک خاص عرصہ میں اپنے ہم عقیدہ کے نواب کی ریاست میں نقل مکانی کر جائیں پھر بادشاہ یا نواب کا ذاتی مذہب اس کی ریاست کا مذہب گردانا جائے گا اور کسی کو اسکے خلاف بغاوت کرنے کا اختیار نہ ہوگا۔ اس طرح پر کسی ملک کے فیصلہ کرنے کا اختیار بادشاہ یا حاکم کے ہاتھ میں آگیا اور عوام کو اسکے رحم و کرم پر چھوڑ دیا گیا۔ لیکن دوسری طرف اس سے اہم بات یہ ہوئی کہ خود پوپ کو بھی کسی ملک کی سیاست سے بے دخل کردیا گیا اور چرچ بھی بادشاہ کے آگے بے بس ہوکر رہ گیا۔ اس طرح اگرچہ کسی ملک کی سرکاری تقریبات میں بادشاہ کے مذہب کو برتری حاصل تھی تاہم ملکی سیاست اور اسکی پالیسیوں میں پادریوں کا عمل دخل جاتا رہا۔ رفتہ رفتہ جب بادشاہت کی بھی صف لپیٹی جانے لگی اور جمہوریتی حکومتیں قائم ہونے لگیں تو مذہب ہر فرد کا ذاتی معاملہ ہوا۔ جہاں بادشاہت موجود بھی ہے جیسے انگلستان کہ وہاں بھی۔ آجکل کی برسراقتدار ملکہ کو سربراہ چرچ اور محافظ ایمان ہوتے ہوئے بھی وہاں کی حکومت اور اسکی پالیسیوں سے، اینگلیکن چرچ کے حوالہ سے کوئی سروکار نہیں اور نہ خود چرچ سوائے چند روایتی اعزازات کے شہریوں کی مذہبی آزادیوں اور حقوق انسانی پر اثرانداز ہوتا ہے اور نہ ہوسکتا ہے۔ اور نہ ہی ان روایتی اعزازات سے ان آزادیوں اور حقوق انسانی پر کوئی ضرب پڑتی ہے۔ یہ سبق انگریز قوم نے Theocracy یعنی ملائیت اور اس کی حکومت کی بھیانک تاریخ سے حاصل کیا۔

(باقی آئندہ شمارہ میں انشاء اللہ)

خریداران الفضل سے گزارش

کیا آپ نے نئے سال کا چندہ خریداری ادا کردیا ہے؟

اگر نہیں تو براہ کرم اپنی مقامی جماعت میں اس کی ادائیگی فرماکر رسید حاصل کریں اور اپنے ملک کے مرکزی شعبہ اشاعت کو مطلع کریں۔ رسید کٹواتے وقت اپنا AFC نمبر ضرور درج کروائیں۔ شکریہ (مینجر)

ضروری اعلان

وصیت کا قاعدہ نمبر ۵۲ تبدیل ہوگیا ہے۔ تبدیل شدہ قاعدہ کے مطابق ایسے موصی / موصیات جو اپنی جائداد کا حصہ ادا کر کے سرٹیفکیٹ لے چکے ہوں ان کو بھی اپنی جائداد کی آمد سے حصہ آمد بشرح ۱/۱۶ ادا کرنا لازمی ہوگا (آمد از کرایہ مکان، دوکان، زرعی زمین وغیرہ)۔

ترمیم شدہ قاعدہ نمبر ۵۲ یہ ہے:۔

"جس جائداد کا حصہ جائداد سوفیصدی ادا کر دیا گیا ہو اس پر حصہ آمد بشرح چندہ عام کی ادائیگی لازمی رہے گی"۔

(سیکرٹری مجلس کارپرداز، ربوہ)

ASIAN AND ENGLISH
JEWELLERY
BEST DISCOUNTS
MEDINA
JEWELLERS
VAT REGISTERED
1 CALARENDEN ROAD
WHALLY RANGE
MANCHESTER M16 8LB
061 232 0526

خطبہ جمعہ

دعوت الی اللہ کا راز اس میں ہے کہ تم اپنا تعلق حق سے جوڑ لو اور ایسا گہرا پیوند کرو کہ تم پر حملہ حق پر حملہ ہو

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز
بتاریخ ۲۳ جون ۱۹۹۵ء مطابق ۲۳ احسان ۱۳۷۴ ہجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

[خطبہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے]

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له، وأشهد أن محمدًا عبده ورسوله. أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم. ﴿بسم الله الرحمٰن الرحيم. الحمد لله رب العٰلمين. الرحمٰن الرحيم. مٰلك يوم الدين. إياك نعبد وإياك نستعين. اهدنا الصراط المستقيم. صراط الذين أنعمتَ عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين.﴾

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ إِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۲﴾ (بنی اسرائیل: ۸۲)

آج کے مضمون سے پہلے میں دو ممالک کے جلسہ سالانہ سے متعلق اعلان کرنا چاہتا ہوں۔ اول جماعت احمدیہ یو ایس اے کی طرف سے اطلاع ملی تھی کہ ان کا جلسہ سالانہ ۲۳ جون بروز جمعۃ المبارک یعنی آج شروع ہو رہا ہے۔ تین دن تک جاری رہے گا۔ دوسرا جماعت احمدیہ انڈونیشیا کی طرف سے اطلاع ملی ہے کہ ان کا جلسہ سالانہ بھی ۲۳ جون سے شروع ہو کر تین دن تک جاری رہے گا۔ ان دونوں ممالک کے جلسہ سالانہ میں شریک تمام حاضرین کو خواہ وہ جماعت سے تعلق رکھتے ہوں یا نہ رکھتے ہوں ان کو میں آپ سب کی طرف سے السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ کہتا ہوں اور اس مبارک موقع پر ان کو شمولیت کی سعادت پر مبارک باد دیتا ہوں۔

وہ تمام جلسے جو خدا کی خاطر منعقد ہوں اور کوئی غرض نہ ہو ان میں شمولیت بھی ایک بڑی سعادت ہوا کرتی ہے اور صرف ان کی شمولیت نہیں جو نیکی کی غرض سے آتے ہیں ایسے بابرکت لوگ جو اللہ کے ذکر کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں ان کے ساتھ مسافر بھی اگر آ بیٹھے تو اس کو برکت مل جاتی ہے۔ پس یہ جو مضمون ہے یہ میرے نفس کا بنایا ہوا نہیں حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی طرف سے خوش خبری ہے کہ اللہ کے ذکر کے لئے اکٹھے ہونے والوں کے پاس بیٹھنے والے خواہ وہ اس نیت سے نہ بھی بیٹھے ہوں وہ بھی برکتوں سے حصہ پا جاتے ہیں۔ پس اللہ ان سب کے لئے جو ان جلسوں میں شمولیت فرما رہے ہیں یہ شمولیت دین و دنیا ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔

جہاں تک ان کے نام پیغام کا تعلق ہے وہ پیغام میں اس خطبے کے مضمون ہی میں دوں گا جو پچھلے خطبات کی ایک کڑی ہے اور یہ سلسلہ جو چل رہا ہے یہ صفات باری تعالیٰ یا اسماء الٰہی کا سلسلہ ہے۔ آج میں گزشتہ جمعہ کے مضمون ہی کو آگے بڑھا رہا ہوں یعنی حق ذات سے متعلق میں مزید کچھ باتیں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ الحق خدا کا نام ہے جیسا کہ میں نے بیان کیا تھا سورہ فاتحہ کی تمام صفات سے یہ نام تعلق رکھتا ہے اور ان سب کے ملنے کے اجتماعی اثر سے کامل حق کا تصور ذہن میں ابھرتا ہے۔ وہ ذات جو ان تمام صفات حسنہ سے مزین ہو جو حمد سے شروع ہو کر مالک یوم الدین تک بیان ہوئی ہیں ان کا لازمی اور قطعی نتیجہ نکلتا ہے کہ وہ ذات حق ہے حق کے سوا ہو ہی نہیں سکتی۔ جہاں تک اس بات کا تعلق ہے یہ تو سمجھ آئی مگر ہمیں کیسے فائدہ پہنچے گا اور ہم حق سے تعلق جوڑ کر کیا کچھ حاصل کر سکتے ہیں اور کیا ذمہ داریاں ہیں ہم پر، جو ہمیں ادا کرنی ہوں گی جس کے نتیجے میں ہم حق کا فیض پا سکتے ہیں۔ اس سلسلے میں دو حصوں میں میں نے اپنے مضمون کو تقسیم کیا ہے ایک وہ جہاں حق کا تعلق غیروں سے ہوتا ہے یعنی ان معنوں میں کہ وہ لوگ جو حق کے بندے بن جاتے ہیں ان کو غیروں کے مقابل پر کیا کیا فتوحات نصیب ہوتی ہیں۔ اس کا ایک تعلق ہے جس کو ہم دعوت الی اللہ کہتے ہیں، اس مضمون سے تعلق ہے۔ اور دوسرا تربیت سے تعلق ہے کہ حق ذات سے تعلق جوڑا جائے تو انسان کے اندر کیا کیا پاک تبدیلیاں پیدا ہوتی ہیں اور ہونی چاہئیں اور ان کے نتیجے میں اس کے اندر ایک اندرونی انقلاب کیا برپا ہوتا ہے۔

تو پہلے میں دعوت الی اللہ کے ذکر کو لیتا ہوں اور چونکہ یہ دونوں ممالک جن کے جلسوں کا آج اعلان ہوا ہے دعوت الی اللہ کے لحاظ سے ابھی بہت حد تک پیچھے ہیں اور اہمیت کے لحاظ سے بہت ہی اہم ممالک ہیں، دنیا کی تقدیر پر اثر انداز ہونے والے ممالک ہیں لیکن انڈونیشیا کا تعلق مشرق بعید کے تمام ممالک میں گہرا ہے اور انڈونیشین قوم اتنی عظیم ہے تعداد کے لحاظ سے بھی اور صلاحیتوں کے لحاظ سے بھی کہ اگر یہ حقیقی معنوں میں اسلام کے نور سے مزین ہو جائے اور احمدی مسلمان دعوت الی اللہ کا کام اچھی طرح شروع کر دیں تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس کا فیض صرف انڈونیشیا کے دائرے تک محدود نہیں رہے گا بلکہ تمام مشرق بعید کے ممالک تک پہنچے گا۔ اس لئے یہ دونوں ممالک بہت ہی اہمیت رکھتے ہیں اور دونوں اب تک کا تجربہ یہی ہے کہ تبلیغی نقطہ نگاہ سے بیدار نہیں ہو سکے، بہت پیچھے ہیں۔ کوشش جاری ہے، کئی قسم کے ذرائع اختیار کئے جاتے ہیں لیکن اس کے باوجود پھر بھی کچھ کمی رہ جاتی ہے۔ اس سے متعلق تفصیلی ہدایات میں امریکہ کے دورے کے دوران بھی دے چکا ہوں اور مختلف وقتوں میں میں جماعت کو خطبات میں دعوت الی اللہ کے مضمون سے آگاہ کرتا رہتا ہوں اور امید رکھتا ہوں کہ ان پر اگر غور کیا جائے ان باتوں پر جو پہلے کہی جا چکی ہیں تو مزید نصائح کے اضافے کی ضرورت نہیں، پہلی باتوں پر ہی عمل کی طرف توجہ چاہئے اور ان باتوں پر جنہوں نے عمل کیا ہے اللہ کے فضل سے بہت بڑے بڑے انقلابات برپا ہوئے ہیں۔

اب آپ دیکھ لیجئے کہ افریقہ میں بھی بعض ممالک نے جب عمل کیا تو ان کی سالانہ بیعتوں کی رفتار ہزاروں سے نکل کر لاکھوں کے دائرے میں داخل ہو گئی۔ اب یہ کوئی معمولی تبدیلی نہیں ہے۔ بعض دوسرے ممالک تھے جو اصرار کر رہے تھے کہ ہمارے حالات مختلف ہیں یہاں ہو ہی نہیں سکتا اور ہزار بارہ سو پہ راضی تھے اور میں نے اپنی ضد نہیں چھوڑی۔ میں نے کہا ناممکن ہے کہ نہ ہو سکے تم غور کرو، سوچو میں کیا کہہ رہا ہوں اس پر عمل کر کے دیکھو اور اب ان میں سے ایک ملک جو یہ کہا کرتا تھا کہ نہیں جی ہمارے تو یہی حالات ہیں ان کی طرف سے کل خوش خبری ملی ہے کہ ایک لاکھ کے قریب پہنچ چکے ہیں اور بھاری امید ہے کہ انشاء اللہ سال کے اختتام تک وہ بھی ایک سال میں ایک لاکھ مسلمان اور احمدی بنانے والوں میں داخل ہو جائیں گے۔ مسلمان اور احمدی دراصل تو ایک ہی چیز کے دو نام ہیں۔ مگر مسلمان اور احمدی یہاں اس لئے میں نے کہا ہے کہ اس علاقے میں مشرک بہت ہیں، عیسائی بہت ہیں اور پہلے مسلمان بنانا ہے، اسلام میں داخل کرنا ہے پھر احمدیت کے رنگ چڑھانے ہیں جو حقیقی اسلام ہے۔ تو اس پہلو سے میں نے دو الگ الگ لفظ بولے ہیں ورنہ حقیقت تو ایک ہی ہے احمدیت حقیقی اسلام ہے اور اسلام حقیقی احمدیت ہے۔

اب میں "حق" کے حوالے سے اس مضمون کو کچھ اور آگے بڑھاتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے کہ تو کہہ دے کہ حق آ گیا اور باطل بھاگ گیا اور باطل کا کام بھاگنا ہے۔ اس آیت کریمہ سے بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ حق آ جائے تو از خود ہی باطل رفع ہو جایا کرتا ہے اور جو مثال سامنے ابھرتی ہے وہ سورج کی مثال آتی ہے۔ ابھرتے ہوئے سورج کی تصویر دکھائی دیتی ہے کس طرح رات کے دھندلکے سورج کے نکلتے ہی غائب ہو جاتے ہیں۔ جہاں جہاں سورج کی کرنیں پہنچتی ہیں اندھیروں کو وہ نور میں تبدیل کر دیتا ہے کتنا آسان مضمون ہے۔ اگر یہ ویسا ہی آسان ہوتا اور یہی قرآن کریم کی مراد ہوتی تو ہر نبی کے آنے کے بعد کسی جدوجہد کی ضرورت نہیں تھی۔ نبی حق لاتا اور خود حق ذات سے تعلق جوڑ کر حق بن کر دکھا دیتا اور اچانک تمام ماحول روشن ہو جاتا، بغیر کسی جدوجہد کے حق کو غلبہ عطا ہو جاتا، یہ اس آیت کا مفہوم نہیں ہے۔ بعض صورتوں میں، بعض پہلوؤں سے وہ مفہوم بھی ہے لیکن کہاں وہ مفہوم ہے اور کہاں مختلف مفہوم ہیں ان پر میں اب گفتگو کروں گا اور سب سے پہلے غیر کے مقابل پر، باطل کے مقابل پر حق کیسے اس کو بھگاتا ہے قرآن کے حوالے سے اس پر میں مزید روشنی ڈالتا ہوں۔ کیوں کہ دعوت الی اللہ تو دراصل حق کی طرف بلانا ہے اور کیا کیا مشکلات اس راہ میں پیش ہیں کیا اچانک سورج نکل آئے گا، روشنی ہو جائے گی یا اس کے لئے محنت کرنا پڑے گی۔ اول بات یہ ہے کہ وہ راتیں جو روحانی طور پر راتیں کہلاتی ہیں جن میں عصیان اور خدا تعالیٰ سے دوری کے نتیجے میں اندھیرے پھیل جاتے ہیں ان راتوں کو صبح کرنے کے لئے محنت کرنی پڑتی ہے۔ ان راتوں کو صبح میں تبدیل کرنے کے لئے راتوں کو اپنے خدا کے تعلق کے نور سے روشن کرنا پڑتا ہے۔ یہ وہ نور نہیں ہے جو از خود ہی اٹھ کر باہر آ جائے۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کا ذکر لیلۃ القدر کے حوالے سے یہی معنے رکھتا ہے۔ وہ اندھیری رات جس نے تمام عالم کو یکساں اندھیروں میں جھونک رکھا تھا، کہیں کوئی روشنی کا نشان باقی نہیں رہا تھا، وہ کیسے تبدیل ہوئی۔ ایک فانی فی اللہ اپنی راتوں کو جگا گیا اور یہ اس کی راتوں کو جگانے کا سلسلہ تھا جو خدا کے

حضوراس نے گریہ وزاری کی اور حیرت انگیز طور پر راتوں کو دن بنانے کے لئے وقف کر دیا۔ اور وہ راتوں کا وقف تھا جس نے دن پیدا کیا ہے اور جو سورج نکلا ہے وہ اس رات کی محنت کے بعد نکلا ہے۔ پس جب نکلا تو پھر وہ مضمون دنیا نے یوں دیکھا کہ جیسے اچانک سورج نکلا اور روشنی ہو گئی اور اس سے پہلے کی جو محنتیں تھیں اس کی طرف توجہ ہی نہیں گئی۔ جب اسلام غالب آگیا ہے تو لوگ یہی سمجھتے رہے کہ اب کیا ہے بس اسلام روشن ہوگیا، غالب آگیا، آسانی سے سب باتیں حل ہو گئیں۔ لیکن جتنی بڑی جدوجہد تھی جس سے گزرنے کے بعد پھر وہ روشنی کا سورج طلوع ہوا ہے اس کا ذکر قرآن کریم فرماتا ہے اور مختلف صورتوں میں حق کا ذکر کر کے بتاتا ہے کہ حق آنا اور باطل کا بھاگنا ایک ایسا مضمون نہیں کہ ادھر حق نکلا ادھر باطل بھاگ گیا اس کے لئے کچھ کرنا پڑتا ہے۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے " ومانرسل المرسلین الا مبشرین و منذرین " ہم رسولوں کو سوائے اس کے کسی غرض سے نہیں بھیجتے کہ انہیں مبشر کے طور پر بھیجیں اور منذر کے طور پر بھیجیں۔ خوش خبریاں بھی دے رہے ہوتے ہیں اور ڈرا بھی رہے ہوتے ہیں۔ خوش خبریاں دن کی دیتے ہیں اور ڈراتے رات سے ہیں لیکن جب وہ یہ کام کرتے ہیں " ویجادل الذین کفروا بالباطل لید حضوا بہ الحق " تو یہ نہیں ہوتا کہ اچانک حق کی روشنی سے باطل بھاگ جائے وہ جانے سے پہلے بڑی سخت جدوجہد کرتا ہے، پورے زور اور طاقت سے مقابلہ کرتا ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے "یجادل الذین کفروا" وہ لوگ جنہوں نے کفر کیا وہ مجادلہ کرتے ہیں اور مجادلے کا آغاز ان کی طرف سے ہوتا ہے وہ کسی صورت اس کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتے۔ ہاتھ پاؤں مارتے ہیں ایڑی چوٹی کا زور لگاتے ہیں کہ کسی طرح اس روشنی کو بھگا دیں اور رات کو دائمی کر دیں۔ چنانچہ فرماتا ہے "لید حضوا بہ الحق" تاکہ وہ حق کو مٹا ڈالیں۔ بالکل برعکس مضمون ہے " جاء الحق و زھق الباطل " اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ حق آتا ہے تو باطل مٹ جاتا ہے لیکن جب حق آتا ہے تو اس سے پہلے باطل کے مٹنے سے پہلے کچھ ہوتا ہے وہ یہ ہوتا ہے کہ باطل اپنا پورا زور لگاتا ہے کہ جس طرح بھی بس چلے حق کو مٹا ڈالے "واتخذوا آیاتی وما انذروا ھزوا" (الکھف.۵۷) اور ہمارے نشانات کو اور جن باتوں سے ان کو ڈرایا جاتا ہے ان کا وہ مذاق اڑانے لگتے ہیں، ان کی تحقیر کرتے ہیں، تخفیف کی نظر سے دیکھتے ہیں۔ تو ہر قسم کے حربے استعمال کرتے ہیں کہ حق مٹ جائے اور باطل باقی رہ جائے۔

> **وہ تمام جلسے جو خدا کی خاطر منعقد ہوں اور کوئی غرض نہ ہو ان میں شمولیت بھی ایک بڑی سعادت ہوا کرتی ہے اور صرف ان کی شمولیت نہیں جو نیکی کی غرض سے آتے ہیں۔ ایسے بابرکت لوگ جو اللہ کے ذکر کے لئے اکٹھے ہوتے ہیں ان کے ساتھ مسافر بھی اگر آ بیٹھے تو اس کو بھی برکت مل جاتی ہے**

تو اب دعوت الی اللہ میں یہ تصور کہ ادھر پیغام دیا ادھر لوگ مان گئے قرآن میں تو اس کا کوئی ذکر نہیں ملتا بلکہ متنبہ فرما رہا ہے کہ تم ان کو خوش خبریاں دو گے لیکن وہ مقابل پر کوشش کریں گے کہ تمہیں صفحہ ہستی سے مٹا دیں۔ اب احمدیت کے متعلق بالکل یہی مضمون ہے جو صادق آ رہا ہے۔ ایک سو سال سے ہم دیکھ رہے ہیں۔ ہم محض پاک نیتوں کے ساتھ، دنیا کی بھلائی کے لئے ان کو اچھا پیغام دے رہے ہیں، جانتے ہیں کہ اس میں زندگی ہے، جانتے ہیں کہ اس میں دلوں کی سکینت ہے اور ہر احمدی گواہ ہے کہ احمدیت سے باہر بے اطمینانی اور بے چینی ہے، احمدیت کے دائرے میں آ کے کایا پلٹ جاتی ہے انسان کی۔ ایک نئی دنیا میں بسنے لگتا ہے۔ ایسی دنیا جس میں بعض دفعہ باہر کے لوگ بھی جب جھانک کے دیکھتے ہیں تو وہ کہتے ہیں یہ تو ایک جزیرہ ہے، اس کا اس دنیا سے کوئی تعلق نہیں۔ مختلف قسم کے لوگ پیدا ہو چکے ہیں اور یہ جزیرے ہر جگہ بن رہے ہیں اور ہر جگہ، ہر ملک میں ان جزیروں کے دائرے بڑھ رہے ہیں مگر کیسے بنتے ہیں، کیا جدوجہد ہوتی ہے اس کی طرف بھی تو دھیان کرو یہ اچانک کوئی تر لقمہ تو نہیں ہے جو منہ میں داخل کر دیا جاتا ہے۔

تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ باطل زور لگاتا ہے ایڑی چوٹی کا زور لگاتا ہے کہ تمہیں مٹا دے۔ چنانچہ جنرل ضیاء الحق جب زندہ تھے تو انہوں نے یہ اعلان کیا تھا تمام دنیا میں اس اعلان کو اخباروں میں شائع کیا گیا۔ یہاں ان کی ایمبیسی کے نمائندے نے لندن میں آکر، ختم نبوت کانفرنس میں آکر، ضیاء الحق کی طرف سے یہ اعلان پڑھ کر سنایا۔ اس اعلان کا خلاصہ یہ تھا کہ میں اور میری حکومت اس بات پر تلے بیٹھے ہیں، ہم فیصلہ کئے ہوئے ہیں، ہم تہیہ کئے ہوئے ہیں کہ احمدیت کے کینسر کی جڑیں اکھیڑ کر پھینکیں گے۔ جہاں جہاں یہ ہوگی تمام دنیا سے اس کی جڑیں اکھیڑ پھینکیں گے۔ تو کہاں گیا وہ جڑیں اکھیڑنے والا۔ اس کی اپنی جڑیں اکھیڑی گئیں۔ اس کے نتیجے میں خدا تعالیٰ نے ان متکبروں سے کیا سلوک کیا جو احمدیت کے لئے مخالفت میں وقف ہو چکے تھے اور احمدیت کو دیکھیں کہ جگہ جگہ دنیا کے مختلف ممالک میں وہ جڑیں قائم ہوتی چلی جا رہی ہیں۔ تو یہ تو درست ہے کہ "جاء الحق و زھق الباطل" جب حق آتا ہے تو باطل بھاگ جاتا ہے۔ مگر نام رکھنے سے کچھ نہیں بنتا۔ باطل بھی یہی دعویٰ لے کر اٹھتا ہے کہ ہم حق پر ہیں تو بعض دفعہ ضیاء الحق نہیں ہوتی وہ ضیاء باطل ہوتی ہے اور اللہ تعالیٰ نے اسی مضمون کو کھول کر بیان کیا ہے۔ تم یہ آواز دے کر اٹھے ہو کہ ہم حق ہیں ہم آئے اور تم مٹ جاؤ گے۔ مخالف کہتا ہے کہ ہم حق ہیں اور ہم فیصلہ کر چکے ہیں کہ تمہیں اس صفحہ ہستی سے مٹا دیں گے۔ پھر اللہ کی تقدیر کچھ فیصلے کرتی ہے۔ کچھ وہ ہیں جو مٹتے چلے جاتے ہیں۔ کچھ وہ ہیں جو نشوونما پاتے چلے جاتے ہیں اور پھیلتے جاتے ہیں اور یہ جو بات ہے یہ حق ذات سے ہوتی ہے اور حق سے تعلق کے نتیجے میں ہوتی ہے۔ اور حق سے تعلق کے کچھ تقاضے ہیں جن کو بہرحال پورا کرنا ہوگا۔ دوسری جگہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے جنگ بدر کا ذکر کرتے ہوئے، کہ تم چاہتے تھے کہ تمہارا مقابلہ نسبتاً چھوٹے قافلے سے ہو جہاں فائدے زیادہ ہوں اور نقصان کم ہو لیکن اللہ کا اور مقصد تھا کہ ان کی طاقت کے اوپر ضرب لگائی جائے اور طاقت ور سے تمہیں بھڑا دیا جائے۔ کیونکہ اللہ اس تدبیر سے باطل کی جڑیں اکھیڑنا چاہتا تھا۔ اب مومنوں نے تو آسانی چاہی تھی وہ تو ایسا ظہور حق چاہتے تھے کہ سورج نکلا اور اندھیرے بھاگ گئے اور اس میں حرج کوئی نہیں اگر ایسی خواہش کی جائے مگر کس طرح اللہ مٹاتا ہے، مومنوں کو بھڑاتا ہے غیروں سے اور ان کی جڑیں اکھیڑ دیتا ہے پھر۔ چنانچہ فرماتا ہے "تودون ان غیر ذات الشوکۃ تکون لکم" تم چاہتے تھے کہ تم ان سے ٹکراؤ جن کے پاس ہتھیار نہ ہوں، چبھونے کے لئے کانٹے نہ ہوں، کم سے کم تکلیف سے تم زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھا جاؤ۔ "ویرید اللہ ان یحق الحق بکلماتہ ویقطع دابر الکافرین" (انفال:۸) اور اللہ یہ چاہتا تھا کہ اپنے کلمات کے ذریعے حق کو متحقق کر دے اور لوگوں کو سمجھ آئے کہ حق کا غالب آنا ہوتا کیا ہے۔ کس طرح غیر معمولی مخالفانہ طاقتوں پر حق غالب آیا کرتا ہے اور جدوجہد کے نتیجے میں آیا کرتا ہے از خود نہیں آجایا کرتا۔ "ویقطع دابر الکافرین" اور کافروں کی جڑیں کاٹ ڈالے اس مقصد سے اللہ نے تمہیں طاقت وروں سے لڑا دیا۔

اب یہ ہے حق کا مضمون جو سمجھنے کے لائق ہے۔ طاقت ور سے اگر کوئی کسی کو لڑا دے تو کمزور کے لئے تو ہلاکت کا پیغام ہے۔ اور اگر طاقت ور کسی کمزور سے لڑ پڑے اور اس کو مٹا دے تو اس میں طاقت ور کے حق پر ہونے کا کوئی بھی ثبوت نہیں ملتا۔ یہ وہ مضمون ہے جس کو خوب سمجھنا چاہئے کیونکہ اللہ حق کی باتیں کر رہا ہے۔ حق ہوتا کیا ہے اور اس کے نشان کیا ہیں اور اگر ایک طاقت ور دشمن اٹھ کر ایک کمزور سی جماعت کے متعلق فیصلہ کرے کہ ہم اسے مٹا دیں گے اگر مٹا بھی دے تو طاقت ور کا حق پر ہونا ثابت نہیں ہو سکتا۔ لیکن اگر مٹانے میں ناکام ہو جائے اور اگر جب بھی ٹکر لگے تو کمزور غالب آئے اور پھیلتا چلا جائے اور طاقتور سے مزید طاقتور ہوتا چلا جائے، یہ ہے حق کی نشانی۔ یہ اس بات کی نشانی ہے کہ اس جماعت کا حق ذات سے تعلق ہے۔ پس اگر حق سے تعلق ہو تو یہ فیصلہ کہ کون جیتے گا یہ ہمیشہ اس بات پر منحصر ہوگا کہ کس کا حق سے تعلق ہے۔ دشمن کے زیادہ یا کم ہونے سے اس کا کوئی تعلق نہیں اور جب دشمن اتنا زیادہ ہو کہ کسی کی توفیق نہ ہو کہ خدا کے بنائے ہوئے قوانین کو توڑے بغیر وہ دشمن پر غالب آ جائے تو اللہ تعالیٰ خود اپنے قوانین نہیں توڑتا۔ یہ نہیں کہا کرتا یہ حق ہے اس نے غالب آنا ہے، اچانک اس کو سب دنیا سے لڑا دو پھر تدبیر فرماتا ہے۔ اور ایک دوسری آیت میں بعینہ یہی مضمون کھول کر بیان فرمایا ہے کہ حق جب آتا ہے تو پھر کیا کچھ ہوتا ہے، پھر اللہ مدبر الامر بن کے ظاہر ہوتا ہے، وہ پھر تدبیریں اختیار کرتا ہے اور ایک وقت میں اپنے بندوں کو لڑاتا تو طاقتوروں سے ہے مگر اتنے طاقتوروں سے نہیں لڑاتا کہ دنیا کا قانون توڑے بغیر یا خدا کا قانون توڑے بغیر وہ فتح یاب ہو جائے یعنی اتنے طاقتوروں سے نہیں لڑاتا کہ خدا کا قانون توڑے بغیر ہی وہ فتح یاب ہو سکے۔ مراد یہ ہے کہ اگر خدا یہ فیصلہ کرتا ہے کہ مومنوں میں آج اتنی طاقت ہے کہ ایک دو پر غالب آئے گا اور کل اتنی طاقت ہوگی کہ ایک دس پر غالب آئے گا تو جب تک وہ کل نہیں آتا، جب تک مومن اتنا طاقتور نہ ہو جائے اس وقت تک ایک کو دس سے نہیں بھڑاتا۔ اور ہمیشہ ایسی تدبیریں کرتا ہے کہ دشمن اپنی غالب طاقت کے ساتھ حملہ آور ہو ہی نہیں سکتا۔ ان کے ارادے بنتے ہیں، بکھر جاتے ہیں، ان کو اکٹھا ہونے کی توفیق نہیں ملتی، اگر وہ کوشش کرتے ہیں اکٹھا ہونے کی تو آپس میں پھر لڑائیاں شروع ہو جاتی ہیں تو یہ تدبیر سے تعلق رکھنے والی باتیں ہیں مگر بندے کی تدبیر نہیں یہ حق کی تدبیر ہے۔ اور جب حق تدبیر کرتا ہے تو ایک بات ظاہر ہوتی چلی جاتی ہے کہ دن بدن

محمد صادق جیولرز

MOHAMMAD SADIQ JUWELIER

آپ کے شہر ہمبرگ میں عرب امارات کی دوسری شاخ۔ ہمارے ہاں جدید ترین ڈیزائنوں میں خالص سونے کے زیورات دستیاب ہیں۔ عرب امارات کے بنے ہوئے ۲۲ قیراط سونے کے زیورات گارنٹی کے ساتھ دستیاب ہیں۔ نیز زیورات کی مرمت کے علاوہ ہر قسم کے زیورات آرڈر پر بھی بنوائیں۔ پرانے زیورات کو نئے میں بھی تبدیل کروا سکتے ہیں۔

ہمارے پتہ جات:

Hamburg:
Hinter der Markthalle 2
Near, Thalia Theater Karstedt,
20095 Hamburg,
Tel: 040/30399820

Frankfurt:
S. Gilani,
Tel: 069/685893

کمزور لڑتا تو طاقتور سے ہے لیکن رفتہ رفتہ زیادہ طاقتور سے لڑنے کی اس میں صلاحیت پیدا ہوتی چلی جاتی ہے اور یہ مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانے میں آپ کے غلاموں کے عمل سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے۔ اس سے یہ مراد نہیں ہے کہ اولین نسبتاً خدا کے کم پیارے ہوتے ہیں بلکہ یہ ایک اور مضمون ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ جب ایک کمزور کو ایک طاقت ور سے لڑایا جائے تو نفسیاتی لحاظ سے اس میں رفتہ رفتہ خود اعتمادی پیدا ہوتی ہے اور ایک دم زیادہ بڑے سے لڑنے کی اس میں صلاحیت نہیں ہوتی اور اللہ تعالیٰ کا قانون ہے کہ "لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا" کہ اللہ کسی نفس پر اس کی وسعت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتا۔ پس سب سے زیادہ تو طاقتور حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تھے وہ مجسم حق بن گئے۔ اگر آسمان اور زمین پر ایک حق تھا تو اس کا بندوں میں ایک کامل مظہر جس کی کوئی مثال نہیں وہ حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم تھے۔ تو سب سے زیادہ طاقتور آپؐ کو ہونا چاہئے تھا اور آپؐ ہی تھے۔ آپؐ ہی کا حق تھا جو ارد گرد پھیل رہا تھا اور اس حق کا جب غیروں سے مقابلہ ہوا ہے تو اللہ جو اپنے قوانین کے اوپر خود مدبر ہے اس کا یہ فیصلہ تھا کہ میں اس حق کو رفتہ رفتہ کھولوں اور آغاز میں ان کا اتنا مقابلہ کرواؤں کہ میرے اس قانون کے خلاف نہ ہو کہ "لا یکلف اللہ نفسا الا وسعہا" تو ان کی مادی وسعتوں کی بحث چل رہی تھی، روحانی وسعتوں کی بات نہیں ہو رہی تھی۔ مادی لحاظ سے وہ کمزور تھے، روحانی لحاظ سے ایسے طاقتور تھے کہ اس کے بعد کبھی کوئی نسل اس سے زیادہ طاقتور نہیں آئی۔ پس وہ تابعین جن کو بعد میں ایک کے مقابل پر دس ہی نہیں بلکہ بعض دفعہ ان سے بھی زیادہ پر فتوحات نصیب ہوئیں ان کی روحانی فضیلت پر یہ دلالت نہیں کرتا۔ یہ بتاتا ہے یہ مضمون کہ پہلوں نے جو قربانیاں دیں وہ بڑے بڑوں سے بھڑ گئے۔ کمزور ہونے کے باوجود ان کو فتوحات ملیں تو قوم کی نفسیاتی حالت میں ایک تبدیلی پیدا ہوئی ہے، قوم کی نفسیاتی حالت میں خود اعتمادی پیدا ہوئی ہے ان کو جراتیں عطا ہوئیں اور ان کی توفیق بڑھی ہے۔ اور جب ایسا ہو تو رعب کا مضمون داخل ہو جاتا ہے۔ قرآن کریم نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے متعلق یہ فرمایا کہ رعب کی نصرت عطا فرمائی گئی یعنی اس مضمون کو ان لفظوں میں نہیں مگر حدیث نے جو مضمون کھولا ہے اس میں دو تین مرتبہ یہی لفظ استعمال فرمایا ہے کہ مجھے رعب کی نصرت عطا کی گئی ہے۔ اللہ نے فرمایا کہ تجھے رعب کی نصرت عطا کی گئی ہے اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کو جو الہام ہوا ہے اس میں یہی لفظ ہیں کہ رعب کی نصرت عطا کی گئی۔ یہ جو رعب ہے یہ رفتہ رفتہ بنتا ہے۔ یہ ہوا ہے جو بن جاتی ہے۔ جب یہ ہو تو پھر طاقتور خود کمزور ہوتا چلا جاتا ہے۔ ادھر اس کی نفسیاتی الجھن یہ بن جاتی ہے کہ وہ خوف زدہ رہتا ہے دل میں جانتا ہے کہ طاقتور ہے بظاہر کمزور بھی ہو تو اس نے غالب آ جانا ہے۔ جب یہ دل میں یقین پیدا ہو جائے کہ یہ کمزور ہوتے ہوئے بھی غالب آ جائے گا تو اس کی صلاحیتوں میں کمزوری آ جاتی ہے۔ اس کے برعکس جو کمزور ہو جس کو پتہ ہو کہ خدا کا دستور ہمیشہ سے یہی ہے کہ ہمیشہ مجھے کمزور ہوتے ہوئے وہ نصرت عطا فرماتا ہے وہ اور زیادہ طاقتور ہوتا چلا جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس کے دشمنوں سے کمزوروں کو بھڑاتا ہے، توفیق دیتا ہے۔

> **وہ راتیں جو روحانی طور پر راتیں کہلاتی ہیں، جن میں عصیان اور خدا تعالیٰ سے دوری کے نتیجہ میں اندھیرے پھیل جاتے ہیں ان راتوں کو صبح کرنے کے لئے محنت کرنی پڑتی ہے۔ ان راتوں کو اپنے خدا کے تعلق کے نور سے روشن کرنا پڑتا ہے**

اور حق جو ہے اس کے دو پہلو ہیں ایک خدا کا نور ہونا۔ خدا کا نور ہونے کے نتیجے میں ہی اعضاء بدن میں تبدیلیاں واقع ہوتی ہیں اور امت مسلمہ کے اعضاء بدن وہ صحابہ تھے جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے ارد گرد تھے ان میں جس حق نے سرایت کر کے پاک تبدیلیاں پیدا فرمائیں اور انہیں عظیم طاقتور قوم میں تبدیل کیا اس تبدیلی کی روح محمد مصطفیٰ تھے، صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم، اور آپؐ ہی تھے جو حق کے نمائندہ بن کر ان کو حق میں تبدیل کر رہے تھے۔ پس جدوجہد کے بغیر تو غلبہ ہو ہی نہیں سکتا لیکن قانون یہی ہے جو میں نے بیان کیا کہ کمزور پہلے سے بڑھ کر طاقتور ہوتا چلا جاتا ہے۔ اور کمزور ہونے کے باوجود جب بھی خدا اسے غیر سے بھڑاتا ہے اس کو فتح عطا فرماتا ہے۔ اپنے مقاصد میں وہ جیتتا ہے اور غیر ہار جاتے ہیں۔ اب انہوں نے پوری کوشش کی تھی پاکستان میں تمام قسم کے قوانین جو سوچے جا سکتے تھے احمدیت کی راہ روکنے کے لئے وہ بنا دیئے۔ ہر قسم کی سزائیں جو پیغام حق پہنچانے کے نتیجے میں احمدیوں کو مل سکتی تھیں وہ دے دی گئیں، سب رستے روک دیئے گئے، لٹریچر کی اشاعت بند ہو گئی۔ مگر یہ جو مضمون ہے "جاء الحق وزھق الباطل" یہ کمزوری میں بھی جلوہ گر ہوتا ہے اور باطل کی کوششوں کو خدا ناکام بنا کر دکھا دیتا ہے۔ پس آپ دیکھ لیں کوئی ایک ایسا سال نہیں ہوا جس میں نعوذ باللہ من ذالک احمدی مرتدوں کی تعداد ان غیروں میں سے احمدی بننے والوں سے بڑھ گئی ہو۔ بہت نمایاں فرق رہا ہے ہمیشہ۔ پھر جو مرتد ہوئے وہ تمام تر وہ ہیں ان سب کی تاریخ ہمارے پاس ریکارڈ میں محفوظ ہے جو پہلے ہی نام کے احمدی تھے اور کردار کے گندے تھے۔ کئی قسم کی خرابیاں، کئی قسم کے فساد تھے نہ مسجدوں میں آنے والے، نہ نمازوں کا شوق رکھنے والے، نہ چندوں کی قربانیوں میں آگے آنے والے ایک قسم کی جوٹھ تھی جو ساتھ لگی ہوئی تھی۔ اور اللہ نے ان کو جو کامیابی دی ہے وہ یہ ہے کہ ہم سے باطل کو الگ کر کے اس باطل میں ملا دیا ہے - یہ کامیابی ہوئی ان کے لئے، میرا مطلب ہے ان کی کامیابی بھی ہماری ہی کامیابی بنتی ہے۔ اگر ہم میں سے اچھے لوگ وہ کھینچ لیتے جن سے وہ امیدیں لگائے بیٹھے تھے کہ بہت اچھے لوگ ہیں جن پر سوسائٹی کی نظر تھی کہ ہاں یہ احمدی تو ہیں مگر ہیں بہت شریف، ایک ہی نقص ہے کہ احمدی ہیں، ان میں سے کتنے انہوں نے لئے، ایک بھی نہیں لیا۔ تو یہ جو باطل کے مقابل پر حق کی کامیابی کا مضمون ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ کسی جگہ تمہاری مسجدیں نہیں برباد ہوں گی کسی جگہ تمہیں جانی نقصان نہیں پہنچے گا کسی جگہ سے تمہیں ہجرت نہیں کرنی پڑے گی کیونکہ یہ سارے واقعات انبیاء کے ساتھ لگے ہوئے ہیں۔ اگر باطل کے بھاگنے کا یہ مطلب ہو تو پھر نعوذ باللہ من ذالک سارے انبیاء کو بھاگا ہوا شمار کرنا پڑے گا۔ اگر انبیاء کی ہجرت "زھق الباطل" کے معنوں میں لی جائے نعوذ باللہ من ذالک، تو پھر سارے انبیاء باطل بنتے ہیں۔ مگر قرآن کریم جب حق اور باطل کے مقابلے کی تفصیل بیان فرماتا ہے تو ایسے منطقی طور پر درجہ بدرجہ اس مضمون کو آگے بڑھاتا ہے کہ اس کے ہر پہلو پر، ہر قدم پر دیکھنے والے کو حق کی فتح اور باطل کا زیاں دکھائی دے گا۔ اس کا بھاگنا ہر میدان سے ثابت ہوتا چلا جاتا ہے۔

وہ جو مقابلہ ہے وہ کیوں ہے سوال تو یہ ہے کہ قرآن کریم کی جو آیت میں نے آپ کے سامنے پڑھ کر سنائی ہے اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ باطل جہاد شروع کر دیتا ہے کسی طریقے سے حق کو مٹا ڈالے اور کچھ اس کا باقی نہ چھوڑے یہ جہاد کیوں ہوتا ہے۔ یہ دراصل شکست کا اعتراف ہے۔ باطل کے جہاد کا آغاز ہی اعتراف شکست سے ہے۔ کیوں کہ اگر باطل کو یہ خوف ہو کہ بدیاں نہ پھیل جائیں، گندگی نہ ہو جائے، سوسائٹی گندی نہ ہو جائے۔ جھوٹ، فسق و فجور معاشرے پر قبضہ نہ کر لے تو وہ تو پہلے سے ہی ہے۔ وہ تھا تو خدا نے نبی بھیجے۔ اور اس کے خلاف معاشرے نے کبھی کوئی رد عمل نہیں دکھایا اس کو قبول کئے بیٹھا ہے۔ تو صاف پتہ چلا کہ بدیوں سے اور باطل سے اس معاشرے کی جس میں خدا کی طرف سے اس کے پیغمبر آتے ہیں کوئی لڑائی نہیں ہوتی، آرام سے بیٹھے رہتے ہیں۔ لڑائی اس سے ہوتی ہے جو آپ کی اقدار پر حملہ کرتا ہے۔ ان اقدار کو مٹاتا ہے اور خدا کی طرف سے آنے والا بدیوں پر حملہ کرتا ہے اور نیکیوں کو پھیلانے کی کوشش کرتا ہے۔ اچانک باطل اٹھ کھڑا ہوتا ہے اور اس کے مقابل پر جدوجہد شروع کر دیتا ہے۔ یہ اعتراف ہے کہ ہم بدیوں کے نمائندہ ہیں ہم بدیوں کے علم بردار ہیں اور نیکی کو برداشت نہیں کر سکتے اور یہ بھی اعتراف ہے کہ یہ نیکی غالب آنے والی نیکی ہے ورنہ ان میں ہر قسم کے پاگل، ہر قسم کی بڑھیں مارنے والے تحریکیں شروع کرتے ہیں ان کی مخالفت نہیں ہوتی۔

اب اس مضمون کو حضرت عیسیٰؑ کے حوالے سے سمجھیں تو کتنا کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰ اپنے وقت میں حق کے نمائندہ تھے "جاء الحق وزھق الباطل" کا مضمون آپ پر بھی صادق آنا تھا اور آنا چاہئے تھا اگر نہیں آیا تو نعوذ باللہ من ذالک خدا تعالیٰ کا یہ دائمی اعلان غلط نکلتا ہے۔ یہ ناممکن ہے کہ خدا کا کلام غلط نکلے۔ پس کیسے ہوا وہ مقابلہ، حق کیسے غالب آیا۔ سب سے پہلے حق کے غالب آنے کی نشانی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اس انتہائی جاہلانہ اور ظالمانہ مخالفت میں ملتی ہے۔ حضرت عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دور میں یہ مضمون خوب کھل کر سامنے آ جاتا ہے۔ حضرت عیسیٰؑ کے زمانے میں جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی مخالفت ہوئی ہے اس سے پہلے یہود میں ہر قسم کی بدیاں پھیل چکی تھیں، ہر قسم کا فسق و فجور جاری تھا اور ان کو کوئی ہوش نہیں تھی، کوئی پرواہ نہیں تھی۔ عیسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ کے لئے جو وہ ایک دم اٹھے ہیں اس کی وجہ سمجھ نہیں آتی کیوں کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا پیغام یہ تھا کہ اگر کوئی تمہارے ایک گال پر تھپڑ مارے تو دوسرا بھی آگے کر دیا کرو۔ کوئی اگر تم سے جبہ مانگے تو قمیص بھی اتار کر دے دو۔ عجیب سا پیغام تھا اور اس پیغام میں کوئی بھی غصہ دلانے والی بات تھی ہی نہیں۔ اگر یہ پیغام عام ہو جاتا تو یہودیوں کو کیا تکلیف تھی۔ قمیصیں مانگتے جبے بھی ساتھ مل جاتے، جبے مانگتے تو قمیصیں بھی ساتھ مل جاتیں۔ ایک عیسائی بے چارے کو ایک تھپڑ مارتے کہتا لو دوسرا بھی گال حاضر ہے، تھپڑ مار لو۔ اس کے

Earlsfield Properties
RENTING AGENTS 081 877 0762
PROPERTIES WANTED IN ALL AREAS FOR WAITING TENANTS

SATELLITES
OFFICIAL SKY AGENTS
MTV AHMADIYYA
SKY
TV ASIA
VIEW THE SERMON EVERY DAY ON EUTELSAT - SATELLITE SYSTEM AVAILABLE FOR ALL SATELLITES IN THE WORLD.
VIEWING CARDS IN STOCK. INSTALLATION AVAILABLE.
MAIL ORDER & INTERNATIONAL EXPORT SERVICE AVAILABLE
WE ACCEPT CREDIT CARDS. CALL FOR COMPETITIVE PRICES. ASK US FOR MORE DETAILS.
S.M SATELLITE SERVICES
15 BRIDGE END, CAMBERLEY, SURREY, GU15 2QX, ENGLAND
TELEPHONE 0276 20916 FAX 0276 678740
RECEIVERS, DECODERS, DISHES, SMART CARDS

باوجود وہ مشتعل ہوگئے۔ اس کے باوجود وہ ایک ہوگئے باوجود اس کے کہ ان کے دل پھٹے ہوئے تھے۔

انڈونیشین قوم اتنی عظیم ہے تعداد کے لحاظ سے بھی اور صلاحیتوں کے لحاظ سے بھی کہ اگر یہ حقیقی معنوں میں اسلام کے نور سے مزین ہو جائے اور احمدی مسلمان دعوت الی اللہ کا کام اچھی طرح شروع کر دیں تو اللہ کے فضل سے اس کا فیض صرف انڈونیشیا کے دائرے تک محدود نہیں رہے گا بلکہ تمام مشرق بعید کے ممالک تک پہنچے گا

صدیوں سے ایک دوسرے سے لڑ رہے تھے لیکن حضرت مسیحؑ کی مخالفت میں ایک ہوگئے کیونکہ ان کے دل گواہ بن گئے تھے کہ یہ پیغام غالب آنے والا پیغام ہے، حق ہے۔ اگر حق نہ ہوتا اور ان کے دلوں کو یقین نہ ہوتا کہ یہ حق ہے تو کبھی اس قسم کی جاہلانہ مخالفت نہ کرتے۔ اور ہر نبی کے حق ہونے کے ثبوت میں اسی قسم کی مخالفت ہمیشہ اس کے حق میں ایک روشن نشان بن کر ابھرا کرتی ہے۔ تمام انبیاء کی یہ مشترک کہانی کہہ لیں یا ایک ایسی تقدیر ہے ان کی جو سب انبیاء کے حق میں خدا کی طرف سے برابر جاری ہوئی ہے کہ ان کے پیغام میں حقیقت میں کوئی غصہ دلانے والی بات ہو نہیں سکتی، نہ تھی۔ اور آپ میں لڑتے ہوئے ان کی مخالفت میں ایک دم اکٹھے ہو جاتے ہیں اور اعلان کرتے ہیں کہ ہاں ہم لڑا کرتے تھے، جانتے ہیں، ہم ایک دوسرے کو کافر کہتے تھے وہ سارے ایک دوسرے کو کافر کہا کرتے تھے جو بہتر (۷۲) فرقے یہود کے تھے اور ہم ایک دوسرے کی جان کے بھی دشمن تھے مگر اب تو دیکھو ہم سب اکٹھے ہو گئے ہیں اور تمہیں مٹانے کے درپے ہیں، تمہیں مٹانے کی خاطر اکٹھے ہوئے ہیں۔ بعینہٖ جیسے ۱۹۷۴ء کا واقعہ ہوا ہے اسی طرح یہود کی ایک مجلس بیٹھی اس میں تمام فرقوں کی نمائندگی ہوئی اور انہوں نے مل کر یہ کہا کہ ہم سارے اکٹھے ہو کر عیسائیت کو دائرہ یہودیت سے خارج کرتے ہیں۔ آج سے ان کا یہودیت سے اور موسیٰؑ کے مذہب سے کوئی بھی تعلق باقی نہیں رہا۔ یہ واقعہ تاریخی واقعہ ہے جس کو ساری دنیا کے مؤرخین تسلیم کرتے ہیں۔ یہ واقعہ کیوں وہاں پیش آیا جب کہ عیسائیوں بے چاروں کی تو حالت یہ تھی کہ ماریں کھاتے، برا حال، ان کا جو دعوے دار تھا مسیحیت کا اس کو صلیب پر لٹکا دیا گیا اور پھر ان لوگوں کو کچھ پتہ نہیں رہا کہ واقعہ کیا ہوا یہ الگ بحث ہے۔ اور کمزوری کا یہ عالم تھا اور درویشانہ جاتے تھے، قتل ہوتے تھے، لوٹے جاتے تھے۔ ان سے ڈر کیا تھا ان کو، ایک ہی ڈر تھا کہ "جاء الحق" حق آچکا ہے۔ دل گواہ تھے کہ "زھق الباطل" باطل نے بھاگنا ہی بھاگنا ہے۔ یہ خوف تھا جب دوبارہ دامن گیر ہوا دوسرے مسیح کے وقت تو بعینہٖ وہی حرکتیں شروع ہو گئیں۔ اور وہ جو اعلان تھا کہ ہم ان کو مٹا کے چھوڑیں گے صرف یہ نہیں ہوا۔ بہتر (۷۲) فرقے اکٹھے ہوگئے، ان کی بھی ایک کونسل بلائی گئی اور ۱۹۷۴ء کا سال گواہ ہے کہ انہوں نے یہ اعلان کئے کہ ٹھیک ہے ہم لڑا کرتے تھے، ٹھیک ہے شیعہ سنی کو برداشت نہیں کرتے تھے، سنی شیعہ کو نہیں برداشت کرتے تھے، وہابی اہل سنت کو مشرک کہا کرتے تھے، اہل سنت وہابیوں کو گستاخ رسول کہتے تھے۔ یہ سب کچھ تھا لیکن ہم سارے ایک فرقے کے خلاف کبھی اکٹھے نہیں ہوئے تھے۔ وہ یہ کہتے تھے اور ۱۹۷۴ء میں اس کا ذکر کیا گیا۔ جو میں بات بیان کر رہا ہوں اس کا بار بار ۷۴ء میں حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ کو یہ بات جتلائی گئی کہ دیکھو تم یہ نہ کہو کہ ہم بھی لڑتے ہیں، ہم بھی مخالف تھے۔ تمام تاریخ اسلام میں ایک دفعہ ثابت کر کے دکھاؤ کہ بہتر (۷۲) فرقے اکٹھے ہو گئے ہوں۔ ہم نے کہا "الحمدللہ" اسی تاریخ کے حوالے کی ضرورت تھی۔ بعد میں ہم کہیں گے تو تم نہیں مانو گے اور یہی تمہارے منہ سے کہلوانا چاہتے تھے کہ آج پہلی دفعہ یہ واقعہ ہوا ہے کہ بہتر (۷۲) ایک ہو گئے ہیں اور ایک کو نکال کے باہر کیا گیا ہے۔ لیکن ڈر کیا تھا وہ کہتے ہیں یہ "شرذمۃ قلیلون"۔ بھٹو صاحب کا اعلان تھا یہ تو چھوٹے سے ذلیل لوگ ہیں یہ ہمیں غصہ دلاتے ہیں۔ اگر ہمیں غصہ نہ دلاتے تو ہمیں یہ اتنا سخت Measure ان کے خلاف نہ لینا پڑتا، اتنا بڑا اقدام نہ کرنا پڑتا۔ بعینہٖ یہی بات ضیاء الحق نے کہی کہ ہم کیا کریں۔ وہاں تو نہیں لوگوں کو یہ کہتے تھے مگر جب غیر قومیں ان کو لکھتی تھیں کہ تمہارا دماغ پھر گیا ہے، تمہیں کیا ہو گیا ہے۔ ایک طرف کہتے ہو چھوٹی سی جماعت ہے تیس لاکھ تو درکنار ایک لاکھ بھی نہیں ہے۔ یہ آفیشل ان کی اطلاعیں تھیں جو غیر قوموں کو دے رہے تھے اب تیس لاکھ پر تو ہمیں کوئی اصرار نہیں، تین لاکھ بھی ہوں اس سے کوئی بحث نہیں۔ جتنے تھوڑے تھے اتنا ہی ثبوت ہے کہ یہ ہمیں حق سمجھ رہے تھے۔ جتنے تھوڑے تھے اتنا ہی زیادہ ان کا خوف ان کو ملزم کر رہا تھا۔ تو جب یہ سوال کیا گیا کہ تھوڑے سے تو ہیں تمہیں کیا تکلیف ہے۔ تو انہوں نے کہا ہمیں غصہ دلاتے ہیں، بڑی مصیبت ہے۔ چھوٹے سے ہیں، تھوڑے سے، حیثیت ہی کوئی نہیں۔ وہ غصہ دلانے میں بڑا شیر ہے۔ غصہ دلاتے کیسے ہیں۔ کہتے ہیں وہ غالب آجائیں گے اور آرہے ہیں یہ بات تھی جو تکلیف دیتی تھی۔ تھوڑے ہیں کمزور ہیں حیثیت نہیں آٹے میں نمک کے برابر بھی نہیں۔ لیکن غالب آنے کے ذریعہ غصہ دلاتے ہیں۔ سارا زور اس بات پر تھا کہ جب بھی ہم ان سے ٹکرائے ہیں یہ بڑھے ہیں اور ہم کم ہوئے ہیں۔ تمام نفسیات ملاں کی اسی ایک مرکزی نقطے کے گرد گھومتی ہے۔ ہر دفعہ اس نے کوشش کی کہ کسی طرح حق کا بڑھنا اور باطل کا بھاگنا یہ جو تقدیر ہے اس کو الٹ کے رکھ دیں۔ کسی طرح کوئی ایسا ذریعہ اختیار کریں کہ حق کا آگے بڑھنا بند ہو جائے اور باطل کا پیچھے ہٹنا رک جائے لیکن ہر تدبیر الٹی پڑی ہے۔ یہاں تک کہ ۱۹۷۴ء آگیا۔ یہ اعلان کر دیا گیا کہ احمدی سارے غیر مسلم ہیں۔ ہم بہتر (۷۲) ایک طرف یہ ایک طرف۔

تو میں جو آپ کو سمجھا رہا ہوں قرآن کریم کی آیت کی صداقت کا نشان یہ ہے کہ بظاہر کمزوری میں بھی ایک ایسا حق کی عظمت کا نشان ہے کہ یقیناً کہا جا سکتا ہے کہ "جاء الحق وزھق الباطل" حق آگیا اور باطل بھاگ گیا کیوں کہ یہ بھاگنے کے پیش خیمے ہی تو ہیں۔ یہ پیش بندیاں کرنا، یہ قانونی طور پر روکیں کھڑی کرنا، یہ مخالفتوں کی دیواریں کھڑی کرنا، یہ ظلم و تعدی اور استبداد کے ذریعہ ایک بڑھتی، نشوونما ہوتی ہوئی قوم کو کچل کے رکھ دینے کی کوشش کرنا، پاؤں تلے روندنے کی کوشش کرنا کس بات کا خوف تھا۔ ہر دل گواہ تھا، آج بھی ہے یہ تمام مولوی جانتے ہیں کہ اگر حکومت کے ہمیں سہارے حاصل نہ ہوں، اگر ہمیں جھوٹ کے سہارے حاصل نہ ہوں، اگر ہم عوام کو ان کے خلاف مشتعل نہ کریں تو کل کی بجائے یہ آج ہمیں کھا جائیں گے تو قرآن دیکھو کیسا سچا ہے "جاء الحق وزھق الباطل ان الباطل کان زھوقا" باطل کے مقدر میں تو بھاگنا ہی بھاگنا ہے۔

اور یہ گواہی اس جدوجہد کا آغاز کرتی ہے جس کے متعلق قرآن ہمیں متنبہ کرتا ہے۔ پہلے دن سے ہی تمہارے غلبے کے آثار دیکھ لیں گے اور پہچان لیں گے۔ جب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم ایک ہوں گے اس وقت بھی ان کو غالب سمجھا جائے گا۔ وہ جانتے ہوں گے کہ یہ ایک ہے جو تمام دنیا پر بھاری اترے گا اس لئے اس ایک کو مٹانے کے درپے ہو جائیں گے اور ان کی آنکھوں کے سامنے وہ ایک بڑھتا چلا جائے گا۔ پس ایک ہی بات دشمن کی سچی نکلتی ہے اور ہمیشہ سچی نکلتی ہے کہ حق دوسروں کے پاس ہے، حق محمدؐ رسول اللہ اور ان کے غلاموں کے پاس ہے، حق انبیاء کے پاس ہے اور وہ حق سے عاری ہیں۔ یہ جو دل کی آواز ہے، دل کی پہچان ہے یہ ہمیشہ سچی رہی ہے اور ہمیشہ سچی رہے گی۔

جب حق تدبیر کرتا ہے تو ایک بات ظاہر ہوتی چلی جاتی ہے کہ دن بدن کمزور لڑتا تو طاقتور سے ہے لیکن رفتہ رفتہ زیادہ طاقتور سے لڑنے کی اس میں صلاحیت پیدا ہوتی چلی جاتی ہے اور یہ مضمون آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے زمانے میں آپ کے غلاموں کے عمل سے قطعی طور پر ثابت ہوتا ہے

مگر اس کے ساتھ ایک اور بھی مضمون وابستہ ہے کہ حق تب تک رہو گے جب حق سے تعلق ہو گا۔ جہاں حق سے تعلق ٹوٹا وہاں حق کے متعلق خدا کی یہ گواہی تمہارے حق میں صادق آنا بند کر دے گی کہ حق آئے گا اور باطل بھاگ جائے گا۔ پس جہاں حق سے تعلق میں کمزوری ہے وہاں غلبے کے مضمون میں بھی اسی حد تک کمزوری پیدا ہو جاتی ہے۔ اگر معاشرے ایسے ہوں کہ لوگ دنیا دار ہو چکے ہوں اگر مادہ پرستی غالب آگئی ہو تو اچانک زندگی کے فقدان کے آثار ظاہر نہیں ہوا کرتے۔ لوگ سانس لیتے ہیں اور لیتے چلے جاتے ہیں۔ ظاہری تقاضے زندگی کے بھی پورے کرتے ہیں۔ دیکھنے میں اچھے بھلے چلتے پھرتے زندہ انسان دکھائی دیتے ہیں مگر بنیادی طور پر ان کا حق سے تعلق اس حد تک کمزور ضرور پڑ چکا ہوتا ہے کہ ان کے حق میں خدا کی یہ گواہی پوری نہیں ہوتی کہ "جاء الحق وزھق الباطل"۔

پس دعوت الی اللہ کا راز اس میں ہے کہ تم اپنا تعلق حق سے جوڑ لو اور ایسا گہرا پیوند کرو کہ تم پر حملہ حق پر حملہ ہو۔ کوئی تمہیں ٹیڑھی آنکھ سے دیکھے تو گویا وہ خدا کو ٹیڑھی آنکھ سے دیکھ رہا ہے۔ تمہارے مقابلے کے لئے اٹھے تو خدا سے مقابلہ کرنے کے لئے اٹھا ہو۔ یہی اعلان ہے جو بڑی تحدی سے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بار بار فرمایا۔

اے آں کہ سوئے من بدویدی بصد تبر ☆☆ از باغباں بترس کہ من شاخ مثمرم

fozman foods
BUYING GROUP FOR GROCERS
AND C.T.N. SHOPS
2 SANDY HILL ROAD, ILFORD, ESSEX
TELEPHONE
081 478 6464 & 081 553 3611

SUPPLIERS OF FROZEN AND FRIED MEAT SAMOSAS, VEGETABLE SAMOSAS,
CHICKEN SAMOSAS & LAMB BURGERS - PARTIES CATERED FOR
KHAYYAMS
280 HAYDONS ROAD, LONDON SW19 9TT - TEL: 081 543 5882

تم کیا سمجھتے ہو ایک کمزور شاخ مجھے بنا رکھا ہے تم نے۔ شاخ میں کمزور ہوں، مجھ میں دفاع کی طاقت نہیں ہے ٹھیک ہے۔ لیکن "از باغباں بترس کہ من شاخ مثمرم" باغباں سے ڈرو کہ میں پھل دار شاخ ہوں۔ اور پھل دار شاخ کی حفاظت کرنا باغبان کی ذمہ داری ہوا کرتی ہے۔ پس جہاں آپ پھل دار شاخ بنیں گے وہاں اللہ لازماً آپ کی تائید کے لئے کھڑا ہو گا وہاں لازماً دشمن کی ہر کوشش آپ کے مقابل پر ناکام بنا دے گا مگر حق سے تعلق قائم ہو گا تو یہ باتیں ہونگی۔

جہاں آپ پھل دار شاخ بنیں گے وہاں اللہ لازماً آپ کی تائید میں کھڑا ہو گا، وہاں لازماً دشمن کی ہر کوشش آپ کے مقابل پر ناکام بنا دے گا مگر حق سے تعلق قائم ہو گا تو یہ باتیں ہوں گی

اس سلسلے میں قرآن کریم نے جہاں مختلف پہلو بیان فرمائے ہیں بعض آیات کے حوالے سے میں آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ پہلی بات تو میں نے بیان کر دی کہ ٹکراتا ضرور ہے اللہ تعالیٰ اور اس سے ٹکرا دیتا ہے جو بظاہر طاقتور ہیں، ہوتے بھی طاقتور ہیں۔ اور "جاء الحق وزھق الباطل" کا ثبوت یہ پیش کرتا ہے کہ کمزور طاقت ور کو کھاتا چلا جاتا ہے، وہ اس پر غالب آتا چلا جاتا ہے۔ دوسری جگہ فرماتا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے حوالے سے۔

فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَةُ قَالَ لَهُمْ مُّوْسٰٓى اَلْقُوْا مَآ اَنْتُمْ مُّلْقُوْنَ ﴿۸۱﴾

فَلَمَّآ اَلْقَوْا قَالَ مُوْسٰى مَا جِئْتُمْ بِهِ السِّحْرُ اِنَّ اللّٰهَ سَيُبْطِلُهٗ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۸۲﴾

وَيُحِقُّ اللّٰهُ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُوْنَ ﴿۸۳﴾ (یونس: ۸۱ تا ۸۳)

کہ جب وہ جادوگر موسیٰ کے سامنے آئے تو موسیٰ نے کہا "القوا ما انتم ملقون" جو کچھ تم نے ڈالنا ہے ڈال دو۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے نکال پھینکو۔ "فلما القوا قال موسیٰ ما جئتم بہ السحر" جب انہوں نے نکال پھینکا تو موسیٰ نے کہا یہ تو جادو ہے اور یہاں جادو کا معنی ہے جھوٹ، فساد، بے حقیقت بات۔ ایسی چیز جو نظر کو دھوکہ دینے والی ہے لیکن حقیقت میں اس کی ماہیت اور ہے۔ "ویحق اللہ الحق بکلمتہ ولو کرہ المجرمون" اور مجرم لوگ خواہ ناپسند کریں اللہ اپنے کلمات کے ذریعے حق کو متحقق کر دیا کرتا ہے اور ثابت کر کے دکھا دیتا ہے۔

اب وہاں دیکھیں کیا واقعہ ہوا۔ جو سحر تھا اس کی حقیقت تھی کہ جو رسیاں جادوگروں کی طرف پھینکی گئیں وہ سانپ نہیں بنی تھیں۔ وہ سانپ دکھائی دینے لگی تھیں۔ اور موسیٰ نے عصا پھینکا تھا اس عصا کی برکت سے اللہ تعالیٰ کے غالب قانون نے جو انسانی نفسیات پر غالب ہے اس خوف کو دور کر دیا اچانک اور اس جادو کا اثر جاتا رہا۔ انہوں نے دیکھا تو رسیاں ہی رسیاں تھیں، سانپ تھا ہی کوئی نہیں۔ تو حق سے اگر تعلق پیدا ہو تو ایک حوصلہ اور جرات پیدا ہوتی ہے اور دشمن کی بھبکیوں کو آپ کھوکھلا اور بے معنی اور بے حقیقت دیکھتے ہیں۔ اسی لئے حضرت موسیٰ کو اللہ تعالیٰ کو بار بار یہ کہنا پڑتا ہے "لا تخف" ڈرنا نہیں۔ باتیں ایسی تھیں جو ڈرانے والی تھیں۔ اپنے ہاتھ کا سوٹا بھی عصا بن کے ابھرتا ہے۔ دوسرے دشمن جو رسیاں پھینکتا ہے وہ سانپ دکھائی دینے لگتے ہیں تو بے چارے ڈرتے کیوں نہ۔ ان کا ڈرنا ان کی سچائی سے تعلق رکھتا ہے۔ صاف دل، پاک انبیاء ہوتے ہیں وہ دشمن کے فریب کو بطور فریب نہیں سمجھتے شروع میں۔ جو دیکھا اپنی سچائی کی وجہ سے کہتے ہیں ایسا ہی ہوا ہو گا۔ جو سانپ دیکھا وہ سانپ دکھائی دیا، یہ دل کی صداقت ہے اصل میں۔ اللہ جانتا تھا اس حقیقت کو۔ اس نے کہا کہ ڈرو نہیں۔ دیکھو تو سہی اپنا عصا تو پھینکو پھر دیکھنا کیا ہوتا ہے۔ جب عصا پھینکا گیا تو رسیاں رسیاں دکھائی دینے لگ گئیں۔

تو اگر دشمن سے جب ٹکر ہوتی ہے تو اس کی بھبکیوں سے آپ مرعوب ہو جاتے ہیں اور وہ کہتا ہے میں یہ کر دوں گا میں وہ کر دوں گا اور آپ سمجھتے ہیں کہ اوہو یہ تو بڑی غلطی ہو گئی پیچھے ہٹنے لگتے ہیں، بزدلی دکھا جاتے ہیں تو پھر آپ کامیاب مبلغ نہیں بن سکتے۔ کامیاب مبلغ بننے کے لئے حکمت تو ہے لیکن بزدلی نہیں ہے۔ جہاں تک حکمت کا تعلق ہے ہر نبی کو حکمت عطا ہوتی ہے اس لئے حکمت سے عاری ہو کر کوئی تبلیغ نہیں ہو سکتی۔ کیونکہ تبلیغ کے آغاز ہی میں اللہ تعالیٰ "ادع الی سبیل ربک بالحکمۃ" کی شرط لگاتا ہے، حکمت سے کرو۔ لیکن خوف کی کہیں کوئی شرط نہیں کہ ڈرتے ڈرتے کرنا۔ خوف کو دور فرماتا ہے۔ کہتا ہے ہم تمہارے ساتھ ہیں "لاتحزن ان اللہ معنا" دیکھو خوف کس زور کے ساتھ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کے سر پر ابھرا تھا۔ آپ نیچے غار میں تھے اوپر خوف آیا ہے اور اس طاقت کے ساتھ آیا ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ کمزور کا ساتھ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کو کسی پہلو بھی بچا نہیں سکتا تھا اور بچانا انہوں نے کیا تھا۔ محمدؐ رسول اللہ کہہ رہے ہیں "لا تحزن" تو غم نہ کھا، تو ڈر نہیں، فکر نہ کر کہ "ان اللہ معنا" اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ یہ ہے حق کا ساتھ۔ کوئی خوف بھی انسان پر غالب نہیں آسکتا اگر حق حقیقت میں ساتھ ہو لیکن حکمت سے کام لیا ہے شور نہیں مچایا، یہ نہیں کہا کہ حق میرے ساتھ ہے آجاؤ جو کرنا ہے کر لو میرا، جو لوگ یہ باتیں کرتے ہیں اور دشمن کو غصہ دلاتے ہیں ان کو اگر ضرر پہنچتا ہے تو حکمت کی کمی کی وجہ سے پہنچتا ہے۔ پس حق کیسے کام کرتا ہے۔ حکمت اور تدبیر سے عاری ہو کر نہیں لیکن حکمت کے باوجود جب دکھائی دینے لگتا ہے کہ اب کوئی چارہ ہی نہیں رہا دفاع کا اس وقت پھر وہ مرعوب نہیں ہوتا بلکہ جرات سے سربلند ہو کر یہ اعلان کرتا ہے "ان اللہ معنا" اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ یہ اعلان حضرت موسیٰؑ نے بھی کیا ایک طرف دوڑ رہے ہیں، فرعون پیچھے لگا ہوا ہے اور بھاگتے چلے جا رہے ہیں اور کہتے ہیں ڈرو نہیں، گھبراؤ نہیں اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ بظاہر تو یہ بھاگتے ہوئے کی آواز میں کیا جان ہوئی اگر وہ کہے کہ اللہ ہمارے ساتھ ہے۔ مگر اس وقت ان سے بچ جانا ہی غیر معمولی ایمان کو چاہتا تھا، بچ جانے پر اعتماد غیر معمولی ایمان کو چاہتا تھا اور دیکھتے دیکھتے اللہ نے ثابت کر دیا کہ یہ کوئی کمزور بھگوڑے نہیں ہیں جو تعلی کر رہے ہیں کہ خدا ہمارے ساتھ ہے۔ موسیٰ نے خدا کا ساتھ دیکھا تھا تو کہا تھا اور اس کے ساتھ دشمن نے بھی دیکھ لیا، فرعون پر بھی ظاہر ہوا اور اس کی قوم پر بھی ظاہر ہوا۔ تمام تاریخ نے اس واقعہ کو لکھ لیا کہ ایک کمزور خدا کا بندہ موسیٰ ایک طاقتور فرعون پر غالب آگیا اور اس کے لشکر ڈوب گئے۔ پس یہ وہ حق کا ساتھ ہے جو حقیقی ہو تو کام کرتا ہے ورنہ سحر کام نہیں کیا کرتا۔

حق سے اگر تعلق پیدا ہو تو ایک حوصلہ اور جرات پیدا ہوتی ہے اور دشمن کی بھبکیوں کو آپ کھوکھلا اور بے معنی اور بے حقیقت دیکھتے ہیں

اگر حق کا ساتھ حقیقی نہ ہو، اگر آپ کو پورا یقین نہ ہو کہ آپ اللہ کے ساتھ ہیں اور اللہ آپ کے ساتھ ہے، اگر حق کی وہ علامتیں آپ کے اندر ظاہر نہ ہوں جن کا میں بعد میں ذکر کروں گا تو اس وقت تک آپ دنیا کے سامنے ایک نڈر اور بے باک داعی الی اللہ کے طور پر نہیں ابھر سکتے اور آپ کی آواز میں اگر تعلی ہو گی تو اس سے کوئی فائدہ نہیں پہنچے گا۔ وہ سحر ہے، جادو کے سوا اس کی کوئی حقیقت نہیں۔ زور کی آواز اسی وقت کام آتی ہے جب اس کے پیچھے ایک خدا کی طاقت بول رہی ہو اور جب خدا کی طاقت بولتی ہے تو کمزوروں اور نحیفوں کی آواز بھی دنیا کی سب سے طاقتور آواز بن کر ابھرا کرتی ہے۔ پس اس پہلو سے حق سے تعلق جوڑو تو دیکھو تو انشاء اللہ تمہاری تبلیغ میں کتنے عظیم الشان انقلابات برپا ہونگے۔ اللہ تعالیٰ ہمیں اس کی توفیق عطا فرمائے۔

احمدی طلباء و طالبات متوجہ ہوں

نظارت تعلیم صدر انجمن احمدیہ ربوہ، پاکستان نے احمدی طلباء و طالبات کی تعلیمی راہنمائی کے لئے ایک Information Cell قائم کیا ہے تاکہ پاکستان میں اور بیرون ملک دنیا بھر کے تعلیمی اداروں کے بارے میں احمدی طلباء و طالبات کو معلومات فراہم کی جا سکیں۔

دنیا بھر کے احمدی طلباء و طالبات سے گزارش کی جاتی ہے کہ وہ جس جس تعلیمی میدان (مثلاً سائنس، آرٹس، پبلک ایڈمنسٹریشن، بزنس ایڈمنسٹریشن، کمپیوٹر وغیرہ) میں تعلیم حاصل کر رہے ہوں اپنے تعلیمی ادارہ سے متعلقہ معلومات (داخلہ کا طریق کار وغیرہ) خواہ وہ پراسپیکٹس کی صورت میں ہوں، پمفلٹ کی صورت میں ہوں یا کسی بھی صورت میں ہوں جلد از جلد ناظر تعلیم صدر انجمن احمدیہ ربوہ پاکستان کو ارسال فرمائیں۔ اسی طرح اگر آپ اپنے تعلیمی ادارہ کے علاوہ کسی اور تعلیمی ادارہ کے بارے میں مذکورہ بالا معلومات بھجوا سکتے ہوں تو ضرور بھجوائیں۔

امید ہے کہ طلباء و طالبات اپنے اس Information Cell کو کامیاب بنانے کے لئے جو بھی نئی نئی معلومات انہیں حاصل ہوتی رہیں گی وہ ہمیں ضرور بھجواتے رہیں گے۔

(ناظر تعلیم، صدر انجمن احمدیہ، ربوہ پاکستان)

SCL

DISTRIBUTORS OF COMPUTER PARTS AND SPARES
DIRECT TO THE PUBLIC

4A RANELAGH ROAD, SOUTHALL,
MIDDLESEX, UB1 1DO
TELEPHONE 081 571 0859/9933
MOBILE 0831 093 120
FAX 081 571 9933

عکس نما

(پروفیسر محمد ارشد چوہدری)

مرد اور عورت

مرد اور عورت کی مزعومہ مساوات کے حوالے سے جدید مغرب ایک عرصے سے اسلام اور قرآن پر حملہ آور ہوتا چلا آرہا ہے۔ لیکن جدید ترین تحقیقات کی روشنی میں قرآنی نظریات کی صداقت اور برتری کھل کر سامنے آرہی ہے۔

جدید ترین سائنسی تحقیقات

گزشتہ چند برسوں کی تحقیق سے جو نتائج سامنے آئے ہیں انہیں نیوزویک نے اپنی ۲۷ مارچ ۱۹۹۵ء کی اشاعت میں تفصیلاً رپورٹ کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے۔

(۱) مرد اور عورت کے دماغ نہ صرف اپنی ساخت میں مختلف ہیں بلکہ وہ مختلف طریقوں سے کام کرتے ہیں۔ یہ اختلافات دماغ کے ان حصوں میں واقع ہیں جن کا تعلق سماعت، حافظہ، احساس خودی، احساس وقت اور دماغ کے دائیں اور بائیں حصوں میں رابطے سے ہے۔

(۲) ان اختلافات کی تصاویر FMRI اور PET ٹیکنالوجی پر مبنی مشینوں سے لی گئی ہیں جن سے اس امر میں اب کوئی شبہ باقی نہیں رہا کہ یہ اختلافات حقیقی ہیں نہ کہ صرف مزعومہ۔

(۳) مرد کے فارغ (Idle) دماغ کی تصاویر میں وہ حصے زیادہ روشن نظر آتے ہیں جن کا تعلق حرکات جسمانی، لڑائی جھگڑے اور جنسی خواہشات سے ہے۔

(۴) عورت کے فارغ دماغ کے وہ حصے زیادہ روشن ہوتے ہیں جن کا تعلق لفظی لڑائی جھگڑے اور جذبات سے ہے۔

(۵) Language Test میں مرد کی بائیں آنکھ کا پچھلا حصہ زیادہ روشن ہوتا ہے جس سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ مرد کے دماغ کا صرف بایاں حصہ زیر استعمال آتا ہے۔

(۶) انہی Language Test میں عورت کی دائیں اور بائیں دونوں آنکھوں کے پچھلے حصے رد عمل ظاہر کرتے ہیں جس سے یہ پتہ چلتا ہے کہ عورت ان حالات میں اپنے دماغ کے دائیں اور بائیں دونوں حصوں سے کام لیتی ہے۔

(۷) دماغ کا بایاں حصہ زبان و بیان کو کنٹرول کرتا ہے اور دایاں حصہ جذبات کو۔

(۸) گویا کہ مرد زبان کا استعمال غیر جذباتی انداز میں کرتا ہے جبکہ عورت زبان اور جذبات کو بیک وقت استعمال کرتی ہے۔

(۹) زیادہ ذہین مردوں کا دماغ زیادہ رد عمل ظاہر کرتا ہے اور کم ذہین مردوں کا کم۔

(۱۰) زیادہ ذہین عورت کا دماغ بھی اتنا ہی رد عمل ظاہر کرتا ہے جتنا کم ذہین عورت کا۔

(۱۱) انسانی چہرے کے تاثرات پڑھنے میں عورت کا دماغ مرد کے دماغ کے مقابلے میں زیادہ فعال ہے اور زیادہ صحیح (Accurately) کام کرتا ہے۔

(۱۲) تلخ تجربات زندگی کو یاد کرتے وقت عورت کا دماغ مرد کے دماغ سے آٹھ گنا زیادہ رد عمل ظاہر کرتا ہے۔

(۱۳) مرد کے دائیں اور بائیں دماغوں میں رابطہ بہت کم ہے۔

(۱۴) عورت کے دائیں اور بائیں دماغ کا پل غیر معمولی طور پر زیادہ مضبوط ہے۔ جس سے یہ نتیجہ اخذ کیا گیا ہے کہ عورت کا ہر رد عمل صرف عقلی ہی نہیں ہوتا بلکہ عقل اور جذبات کا مکسچر (Mixture) ہوتا ہے۔

(۱۵) جن مردوں کے دماغوں کو پیدائش سے قبل کسی بیماری کی وجہ سے Sex Harmones کا کم غسل ملتا ہے ان میں عورتوں والے خواص پیدا ہو جاتے ہیں۔

(۱۶) جن عورتوں کو بیماری کی وجہ سے پیدائش سے قبل ان Sex Harmones کا زیادہ غسل مل جاتا ہے ان میں مردانہ خواص پیدا ہو جاتے ہیں۔

(۱۷) یہ بات بھی طے ہو چکی ہے کہ گناہ اور جرائم Genes کے پیدا کردہ نہیں ہیں جیسا کہ بائبل جرائم کو خون کا حصہ قرار دیتی ہے گو انسانی اعمال کسی حد تک Biological بھی ہیں لیکن ان کا دائرہ اثر ایسا نہیں ہے جسے Genetic کہا جاسکے۔

قرآنی نظریات

☆ مرد کے متعلق قرآن مجید فرماتا ہے کہ اسے "قوامون علی النساء" یعنی عورتوں پر نگران اس لئے بنایا گیا ہے کہ "بما فضل اللہ بعضہم علی بعض" اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت کاملہ کے تحت بعض انسانوں کو بعض دوسرے انسانوں پر، یعنی مرد کو عورت پر ایک جزوی فضیلت عطا فرمائی ہے۔ جو فطرت انسانی کا حصہ ہے۔

☆ "خلقکم من نفس واحدۃ" لیکن اللہ تعالیٰ نے مرد اور عورت کو بطور انسان نفس واحدہ سے پیدا فرمایا ہے۔ ان کے حقوق و فرائض مختلف تو ہیں لیکن انسانیت کے لحاظ سے برابر ہیں۔

☆ "او من ینشؤا فی الحلیۃ و ھو فی الخصام غیر مبین" یعنی عورت تو زیورات میں پلنے والی اور لڑائی جھگڑے میں "غیر مبین" ہے۔ یعنی وہ اختلافی امور میں جذبات کو شامل کر کے Rationality اور Emotions کو Mix-up کر دیتی ہے۔

☆ ".... ھن لباس لکم وانتم لباس لھن" عورتیں مردوں کا لباس ہیں اور مرد عورتوں کا لباس ہیں۔

☆ "...... فالصالحات قانتات حافظات للغیب بما حفظ اللہ ...." یعنی مرد عورت پر نگران تو ضرور ہے لیکن ایسی عورتیں بھی ہیں جو صالحات ہیں، قانتات ہیں اور حافظات للغیب ہیں۔ یعنی نیک، فرمانبردار اور تمہارے پوشیدہ امور کی محافظ ہیں۔

قرآن مجید اس مسئلے پر تفصیل سے روشنی ڈالتا ہے لیکن یہی چند آیات یہ ظاہر کرنے کے لئے کافی ہیں کہ مرد اور عورت دماغی لحاظ سے مختلف ہیں۔ لیکن انسان ہونے کے لحاظ سے برابر ہیں۔ ان کے دائرہ ہائے عمل مختلف ہیں اور یہ اختلافات فطری اور پر حکمت ہیں۔

جلسہ سالانہ برطانیہ ــ چند تصویری جھلکیاں

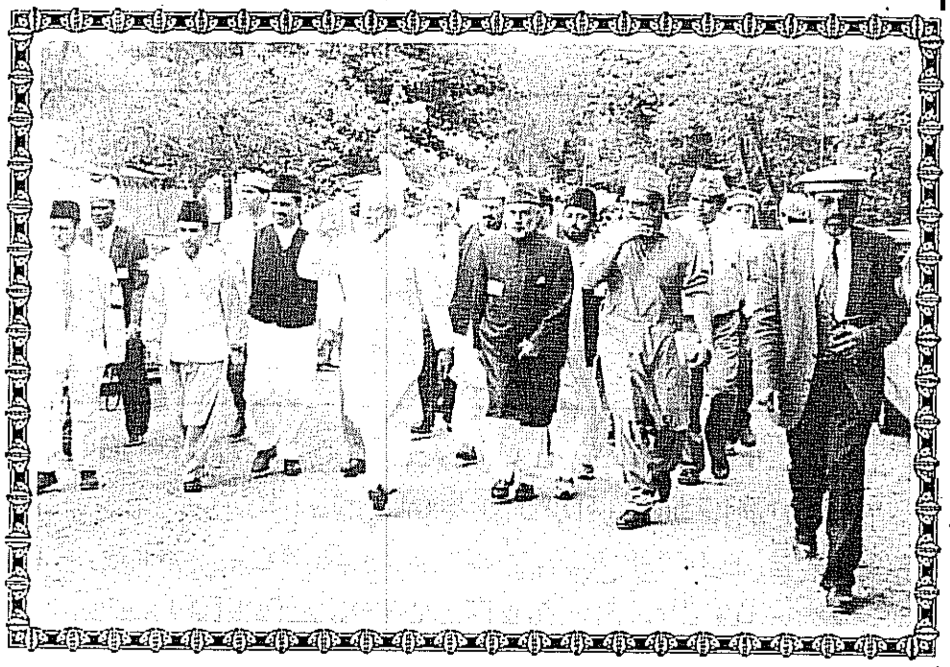

MARMALADE - YOGHURT - KONFITURE
FILLER
FULLY AUTOMATIC FILLING AND SEAMING
HAMBA 2400 TUMBLE FILLER
OUTPUT: 2.400 TUMBLER PER HOUR
VOLUME: 55mm/75mm ALSO 95 mm
REQUIREMENT: 3 kw - WEIGHT: 600 kg
FOR FURTHER INFORMATION, PLEASE CONTACT:
2nd HAND MAC
BONGARTSTR. 42/1, 71131 JETTINGEN, GERMANY
TELEPHONE AND FAX NO. 07452/78184

ہومیو پیتھی کلاس نمبر (۳۲)

کالی فاس کے مختلف استعمال اور اس کے خواص کا تفصیلی تذکرہ

مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام "ملاقات" میں ۱۵ اگست ۱۹۹۴ء کو سیدنا حضرت امیر المومنین خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے بیان فرمودہ ارشادات کا خلاصہ

(یہ خلاصہ ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسلم ٹیلی ویژن احمدیہ کے پروگرام "ملاقات" میں اہم ہومیو ادویہ پڑھائیں اور اپنے تجربات کے حوالے سے ان کے اہم خواص اور استعمالات پر روشنی ڈالی۔

کالی فاس (Kali Phos)

حضور انور ایدہ اللہ تعالیٰ نے بیان فرمایا کہ ہومیو پیتھک اصطلاح میں یہ دوا دافع سور ہے۔ سائیکوسس، سورا اور سفلس تین بڑی بنیادی بیماریاں ہیں۔ ان کے لحاظ سے مریضوں کے مزاج تقسیم کئے جاتے ہیں۔ ان سے ۱۰۰ فیصد متفق ہونا ضروری نہیں۔ ان میں کوڑھ سب سے سخت مزاج ہے۔ جسم چہرہ سخت کھردارا ہو جاتا ہے۔ ایک دفعہ علاج کریں تو پھر مرض واپس آ جاتی ہے۔

سورائینم (Psorinum) سورک بیماریوں میں بہت مفید ہے۔ اس میں ٹھنڈا مریض ہوتا ہے۔ اس کے برعکس سورا کی چوٹی کی دوا سلفر ہے اور سورائینم گرم مزاج ہوتا ہے۔ سلفر اور سورائینم سورا کی دو چوٹی کی ادویہ ہیں۔ سلفر گرم اور سورائینم ٹھنڈی ہے۔ ان میں فرق نمایاں ہے۔ گرم ہے تو اتنا گرم کہ ہاتھوں کی ہتھیلیوں اور پاؤں پر پسینہ آتا رہتا ہے۔ کالی فاس بھی اینٹی سورک کہلاتی ہے۔ یہ سورائیسس کی دواؤں میں بہت اہم ہے۔ حضور نے فرمایا لیکن جہاں تک میں نے جائزہ لیا ہے کالی فاس اینٹی سورک نہیں۔ اصل میں یہ اعصاب پر اثر انداز ہونے والی دوا ہے جہاں اعصاب میں کمزوری داخل ہو وہاں کالی فاس ان کو اچھال کر باہر نکال دیتی ہے۔ ایسی صورت میں بعض دفعہ سورک علامتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اب یہ غور کر لیں کہ اسے اینٹی سورک کہنا جائز ہے یا نہیں۔ خون کا وہ محلول جس میں سرخ ذرات معلق ہوتے ہیں اس نظام کو الیکٹرولائٹ کہتے ہیں۔ اس میں ۱۲ نمکیات ہوتے ہیں جو ایک خاص توازن میں موجود ہوتے ہیں۔ یہ توازن بگڑنے سے گہری بیماریوں کی علامات پیدا ہوتی ہیں۔ موت کے نزدیک ان کا توازن اکثر بگڑ جاتا ہے۔ اعصاب میں اگر خرابی ہو تو یہ توازن بگڑنے کی علامت ہے۔ پوٹاشیم اور سوڈیم کا توازن بگڑ جاتا ہے۔ کالی فاس کا اس سے گہرا تعلق ہے۔

کالی فاس میں عموماً کھلی ہوا اور ٹھنڈ سے اور نمی سے تکالیف بڑھتی ہیں اور آرام سے بھی تکلیفیں بڑھتی ہیں۔ یہ علامت رسٹاکس (Rhustox) میں بھی نمایاں ہے۔ لیکن کالی فاس اور رسٹاکس میں شدت کا فرق ہے۔ کالی فاس میں ہلکی نرم نرم حرکت سے آرام آتا ہے۔ اگر علامات آہستہ آہستہ پیدا ہوں تو کالی فاس کی علامت ہے۔ اگر جلدی جوش دکھائیں اور مریض کو بے قرار کریں تو یہ رسٹاکس کی علامت ہے۔ شروع میں جب رسٹاکس کا مریض چلتا ہے تو کافی تکلیف ہوتی ہے۔ کالی فاس کی ایک پہچان جو اسے عام مریضوں میں رسٹاکس سے الگ کرتی ہے یہ ہے کہ اس کے اخراجات سخت بدبودار ہوتے ہیں تبھی کالی فاس ٹائیفائیڈ کی چوٹی کی دواؤں میں ہے۔

حضور نے فرمایا بدبو مارنے کے لئے اہم دوا رس گلابرا (Rhus Glabra) ہے۔ یہ ۶ کی طاقت میں، بعض دفعہ ۳۰ کی طاقت میں بو مارنے کے لئے استعمال کی جاتی ہے۔ بعض اوقات منہ سے یا جسم سے ایسی بدبو کسی بیماری کے نتیجے میں لاحق ہو جاتی ہے کہ سارا کمرہ بو سے بھر جاتا ہے۔ اس کے بارے میں کہا جاتا ہے کہ اگر مسلسل استعمال کیا جائے تو اجابت کی بو بھی ختم ہو جاتی ہے۔ بغلوں کی بدبو کے لئے بھی مفید ہے۔ تاہم اس کا اصل علاج سلفر اور اینٹی سور دوائیں ہیں۔ کالی فاس بھی فائدہ دیتی ہے۔

کالی فاس میں گینگرین نمایاں ملتی ہے۔ اگر ناسور گل سڑ جائیں اور گینگرین بن جائے تو ایلوپیتھک میں اس کا کوئی علاج نہیں سوائے اس کے کہ عضو کاٹ دیا جائے۔ ایک کیس کا حضور نے ذکر کیا جس کو ڈاکٹروں نے پہلے انگوٹھا کٹوانے کے لئے کہا، مرض بڑھ گیا تو ہاتھ کٹوانے کو کہا، مرض اور بڑھا تو بازو کٹوانے کو کہا۔ مگر مریض مصر رہا کہ کوئی حصہ نہیں کٹوائے گا۔ یہ ہندوستان کا ایک مریض تھا۔ اس کو کالی فاس اور سلیشیا اکٹھی استعمال کروائی گئیں۔ جلد ہی ناسور کا رنگ بدلنا شروع ہو گیا۔ پھر درد ختم ہو گئی۔ اب خدا کے فضل سے ٹھیک ٹھاک ہے۔ نہ انگوٹھا کٹوانا پڑا نہ ہاتھ نہ بازو۔ حضور نے فرمایا ایسا ہی ایک کیس انگلستان میں بھی ٹھیک کیا۔ تو کالی فاس گینگرین کی چوٹی کی دوا ہے۔

حضور انور نے فرمایا کہ گینگرین کے معاملہ میں کالی فاس اور سلیشیا میں فرق ہے کہ سلیشیا اینٹی سیپٹک اور اینٹی بائیوٹک ہے۔ اینٹی بائیوٹک حصے کو سلیشیا سنبھالتی ہے اور کالی فاس رد عمل کو زندہ رکھتی ہے۔ اس میں یہ دیکھنا ضروری ہے کہ اگر جسم کا رد عمل نہ ہو تو جتنی مرضی کوشش کر لیں اینٹی بائیوٹک فائدہ نہیں پہنچا سکیں گی۔ کالی فاس کا مزاج اعصاب کو طاقت دیتا ہے اور رد عمل کو زندہ کرتا ہے۔ اس وقت سلیشیا کا کام ہر قسم کے جراثیم کا مقابلہ کرنا ہے۔

حضور نے فرمایا خون کا ایک طرفہ جوش بیلاڈونا میں بھی ہے اور کالی فاس میں بھی۔ جب خون جسم کے کسی ایک طرف کے حصے میں جوش ڈال دے تو کالی فاس فائدہ مند ہے۔ حضور نے فرمایا گینگرین میں کالی فاس ۶ × اور سلیشیا ۲۰۰ میں دیتا ہوں اور پھر بدلتا رہتا ہوں۔ کالی فاس بالعموم ۶ × میں ہی دیتا ہوں۔ بعض چوٹی کے اطباء کا یہ خیال ہے کہ کالی فاس اونچی طاقتوں میں بہت اچھا فائدہ دیتی ہے۔ حضور نے فرمایا کہ گلینڈز کے علاج میں کالی فاس کے ساتھ سلیشیا ہمیشہ ملا کر دیں۔ بعض دفعہ سلیشیا دینے سے پہلے کالی فاس دے کر جسم کو صحیح رد عمل کے لئے تیار کر دیا جاتا ہے۔ اس کے لئے کالی فاس کی ۱۰۰۰ کی طاقت دے کر جسم کو تیار کر دیں پھر بعض اوقات ایک ہی خوراک سے گلینڈز کی گٹھلیاں کم ہونا شروع ہو جاتی ہیں اور پھر دوا کی ضرورت نہیں رہتی۔

عضلات کو جھٹکے لگنے کے متعلق ذکر کرتے ہوئے حضور نے فرمایا کہ یہ اگیریکس (Agaricus) میں بھی ہے۔ اور سمی سی فیوجا (Cimicifuga) میں بھی۔ ان عضلات کے وزن پر لیٹیں تو جھٹکے نہ بھی لگ رہے ہوں تو دباؤ والے مسلز (Muscles) کو جھٹکے لگنے لگ جاتے ہیں۔ بعض دفعہ برعکس بھی صورت حال ہوتی ہے کہ دائیں طرف لیٹیں تو بائیں طرف جھٹکے لگتے ہیں۔ اس میں کالی فاس عمومی دوا ہے۔

بچوں اور خاوند سے بدمزاجی کا علاج

وہ عورتیں جو خاوند اور بچوں سے سخت مزاجی کا مظاہرہ کریں اور دوسروں سے ٹھیک ٹھاک ہوں ایسی عورتوں کے لئے سیپیا (Sepia) اور کالی فاس چوٹی کی دوا ہے۔ اگر سخت مزاجی میں تشدد بھی ساتھ ہو تو سٹرامونیم (Stramonium) اور کیمومیلا (Chamomilla) اور بعض دفعہ بیلاڈونا (Belladonna) دی جا سکتی ہے۔ ایسی عورتیں عموماً بداخلاق نہیں ہوتیں۔ اپنے بچوں کے سوا باقی بچوں سے نرم مزاج ہوتی ہیں۔ یہ خاص خشکی بیماری کی علامت ہے۔ اس میں سیپیا سے زیادہ کالی فاس مؤثر ہے۔ اس کی ایک یہ بھی علامت ہے کہ ناک کے اوپر دائیں اور بائیں آنکھ کے پاس کالا نشان پڑ جاتا ہے۔

حضور نے فرمایا کہ کالی فاس بری خبر سے دماغ ماؤف ہو جائے تو اس کا بھی علاج ہے۔ اس کے علاوہ نیٹرم میور (Nat.Mur) بھی صدمے کے اثرات کو دور کرتی ہے۔ صدمہ اور بری خبر ایک بھی ہو سکتی ہیں اور الگ الگ بھی۔ بری خبر سے مراد ہے کوئی بھی دھماکہ خیز بات، کوئی اچانک واقعہ، حادثہ، جنگ یا تباہی کی خبر اس میں اگر دماغ پر اثر پڑے تو کالی فاس مفید ہے لیکن اگر معدے یا دل پر اثر پڑے تو کالی کارب مفید ہے۔ کالی فاس میں صدمہ بھی شامل ہے اور شاک بھی جب کہ نیٹرم میور میں صدمہ ہے شاک نہیں ہے۔ اگر نیٹرم میور کے مریضوں کو صدمہ کے آغاز میں ہی اگنیشیا ۳۰ (Ignatia) دے دی جائے تو غموں کے اثر کو مٹانے میں چوٹی کی دوا ہے۔ انگلستان میں ایسے واقعات ہوئے ہیں بچوں کے والد فوت ہو گئے۔ دماغ پر اثر ہو گیا ایسے واقعات میں دماغ پر مستقل اثر بھی ہو جاتا ہے۔ حضور نے فرمایا کہ صحیح لفظ یادداشت میں نہ آئے تو کالی فاس مؤثر ہے۔ حضور نے فرمایا مجھے بھی یہ کیفیت ہو جاتی ہے۔ مضمون میں یا سوچ میں یا منطق میں غلطی نہیں ہوتی تاہم نام، بعض اوقات انسانوں کے نام بھی بھول جاتے ہیں۔ خاص طور پر نام بھولنے کا تعلق کالی فاس سے ہے۔ حضور نے فرمایا کہ میں نے دیکھا ہے کہ کالی فاس بچوں میں ٹانک کے طور پر زیادہ لمبا عرصہ استعمال کی جائے تو نقصان بھی پہنچ جاتا ہے۔

ٹانک کے طور پر حضور نے فرمایا کہ ایک نسخہ نوٹ کر لیں یہ بڑا مفید ہے۔

کالی فاس ۶ ×
میگ فاس ۶ ×
کلکیریا فاس ۶ ×

بعض دفعہ اچانک اٹھنے سے یا دائیں بائیں جھکنے سے اچانک چکر آ جاتے ہیں اس سے عموماً برائیونیا کی طرف توجہ جاتی ہے لیکن یہ چکر کئی دواؤں کے ہیں۔ نکس وامیکا چکروں کا بھی علاج ہے۔ اگر سلفر کھلائی ہو، دماغ بوجھل ہو جائے، سر کا بیلنس ٹھیک نہ ہو، دائیں بائیں حرکت سے چکر کا احساس ہو پھر پیٹ کی ہوا معدے کو جب چلاتی ہے تو اس سے بھی چکروں کا احساس ہوتا ہے۔ اس میں نکس وامیکا چوٹی کی دوا ہے، بہت اچھی اور فوری اثر کرنے والی۔ اگر Nervous Exhaustion ہو جائے۔ کوئی مریض تھک گیا ہو تو کالی فاس بہت اچھی دوا ہے۔ عجیب بات یہ ہے کہ جہاں بھی چکر سے گرنے کا رجحان ہو تو برائیونیا کا مریض اگر گرے گا تو سامنے گرے گا۔ بعض مریض پچھاڑ کھا کر پیچھے کی طرف گرتے ہیں اور ریڑھ کی ہڈی Medulla Oblongata کی خرابی کا شکار ہوتے ہیں۔ کالی فاس کا مریض گہری عضلاتی خرابی کا شکار ہوتا ہے۔ اس کی وجہ سے اسے چکر آتے ہیں۔

اعصاب کی خرابی میں میگنیشیا اور فاسفورس اعصاب سے تعلق رکھنے والی ادویہ ہیں۔ اعصاب اگر چھڑ جائیں، بے چینی پیدا ہو جائے تو کالی فاس دی جائے۔ لیکن کالی فاس سے زیادہ میگ فاس کی طرف دھیان چاہئے۔ کالی فاس کا تشنج نچلے حصے میں ہے یعنی ران اور پنڈلیوں میں جبکہ میگ فاس کا تشنج اوپر کے حصے میں ہے۔ اس میں انتڑیاں اور گردے بھی ملوث ہو جاتے ہیں۔

بلڈ پریشر گر جائے، پنڈلیوں میں طاقت نہ ہو تو میگ فاس اثر کرتی ہے۔ مگر کیور یٹو کے طور پر کاربوویج غیر معمولی اثر دکھاتی ہے۔ ٹائیفائیڈ میں منہ میں زبان کے دائیں بائیں زخم ہو جائیں۔ زبان گندی اور سخت بدبودار ہو جائے۔ اکثر دفاعی طاقتوں کے بریک ڈاؤن میں عفونت جسم پر قبضہ کر لے اور جسم جواب نہ دے رہا ہو زبان پر پھپھوندی لگ جائے تو کالی فاس بہت اچھا اثر کرے گی۔

کالی فاس کی ایک علامت لائیکوپوڈیم (Lycopodium) سے ملتی جلتی ہے۔ بھوک لگی ہو مگر کھانا نہ کھا سکے۔ اس میں ناک کی حس اتنی تیز ہو جاتی ہے کہ خوراک کے خلاف رد عمل ہو جاتا ہے۔ کھانے سے نفرت ہو جاتی ہے۔ چائنا اور کاسٹیکم میں بھی یہ بات ہے چائنا کے مریض کا دل کچا رہتا ہے۔

ہائیڈرو فوبینم (Hydro Phobinum) کا مریض پانی سے خوف کھاتا ہے۔ لیکسز (Lacheses) میں پانی سے دوری ہوتی ہے۔ دل نہیں کرتا لیکن بغیر خوف اور گھبراہٹ کے۔ ہائیڈرو سائنک ایسڈ (HCN) یا سائنائیڈ کی کوئی بھی شکل ہو پانی سے تشنج ہو جاتا ہے۔

باقی صفحہ نمبر ۱۵ پر ملاحظہ فرمائیں

از باغباں بترس

(پروفیسر ڈاکٹر پرویز پروازی)

سیدنا حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے یہ وعدہ بھی دیا تھا کہ "انی مھین من اراد اہانتک" یعنی میں ہر اس شخص کو جو تمہاری اہانت پر کمر بستہ ہوگا اپنی جانب سے اہانت سے دوچار کروں گا اور اس طرح تمہارے دشمن خائب و خاسر ہونگے۔ جماعت کے احباب نے تواتر کے ساتھ ہر زمانہ میں اس بشارت الٰہی کے پورے ہونے کے نظارے دیکھے ہیں۔ ہم بھی اس لحاظ سے خوش نصیب ہیں کہ ہمیں اپنی ہوش میں اپنی آنکھوں سے ایسے ہی ایمان افروز نظارے دیکھنے کی توفیق ملی۔ الحمد للہ!

ہماری نسل نے احراری بدزبانوں کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شان میں گستاخیاں کرتے دیکھا اور پھر اپنی آنکھوں سے ان کی زبانوں کو گنگ ہوتے اور ان کے پاؤں کو شل ہوتے دیکھا۔ مولوی عطاء اللہ شاہ بخاری کی تقریریں اور لفاظیاں بھی ہم نے سنیں اور وہ حالت بھی بچشم خود دیکھی کہ وہ کسمپرسی کے عالم میں فریش ہیں اور فرمار ہے ہیں کہ جب تک یہ کتیا بھونکتی تھی لوگ واہ واہ کے ڈونگرے برساتے تھے اور اب یہ خاموش ہے تو اپنے پرائے سب چھوڑ گئے ہیں۔ پھر یہ خاکسار شاہ صاحب کی اس حالت کا بھی عینی گواہ ہے کہ دیکھنے والے کے لئے عبرت کا سامان مہیا کرتی تھی۔ مولوی ظفر علی خان کی حالت توان سے بھی زیادہ سقیم تھی۔ ہم نے مری میں انہیں ان کے آخری ایام میں اس حال میں بھی دیکھا کہ اپنوں میں سے یا پرایوں میں سے کوئی ان کے پاس پھٹکنے کا بھی روادار نہیں تھا اور ان کے علاج کے لئے بھی حضرت خلیفۃ المسیح الثانیؓ کی ہدایت پر ڈاکٹر حاضر ہوتے تھے اور انہیں طبی امداد مہیا کی جاتی تھی۔ مگر اس دوران سب سے عبرت ناک واقعہ معاندین جماعت میں دنیاوی لحاظ سے دو معزز شخصیتوں کی تذلیل و توہین اور عبرت ناک موت کا ہے۔ اور ہم نے ان دونوں کا انجام اپنی ہوش میں اپنی آنکھوں دیکھا ہے۔ یہ تذکرہ انہی دو معاندین کا ہے۔

ذوالفقار علی بھٹو، پاکستان کی تاریخ کا ایک ایسا نام ہے جس کے بغیر اس ملک کی تاریخ مکمل نہیں سمجھی جائے گی۔ ۱۹۷۴ء میں اس شخص نے اپنی کرسی بچانے کے لئے، علماء سوء کے ایماء پر جماعت احمدیہ کے افراد کو آئینی اغراض سے نامسلم قرار دے کر اپنی دانست میں برصغیر کے نوے سالہ مسئلے کا حل تلاش کر لیا اور اس وقت علماء اور عوام نے خوب خوب بغلیں بجائیں۔ ۱۹۷۴ء کے ہی جلسہ سالانہ پر حضرت خلیفۃ المسیح الثالثؒ نے اجتماعی دعا میں تواتر کے ساتھ یہ دعا بھی کی کہ اے خدا تو ہمارے دشمنوں پر گرفت فرما اور ہمیں ہماری زندگیوں میں اس کا انجام بھی دکھا۔ جلسہ پر تو یہ احساس نہ ہوا کہ حضور تواتر کے ساتھ یہ دعا کیوں کروا رہے ہیں مگر اللہ تعالیٰ کی تقدیر اپنا کام کر رہی تھی۔ اس تقدیر نے اس دعا کو قبول کیا اور اس طریق پر قبول کیا کہ بھٹو صاحب نے جس شخص کو اپنا دست و بازو قرار دیا تھا وہی ان کی معزولی اور پھر اہانت آمیز موت کا باعث بن گیا اور الٰہی نوشتوں پر مہر تصدیق ثبت کر گیا۔ ہمیں یاد ہے کہ ضیاء الحق نے بھٹو صاحب کا تختہ الٹا تو بھٹو صاحب نے بیان دیا کہ جس شخص کو میں نے زمین سے اٹھا کر آسمان تک پہنچا دیا تھا اس نے میرے ساتھ غداری کی ہے۔ اس پر ضیاء الحق کا بیان آیا۔ یہ کون ہوتا ہے مجھے زمین سے آسمان پر لانے والا! اللہ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے اسے ذلت سے دوچار کرتا ہے۔

ذوالفقار علی بھٹو کے انجام کے بارہ میں بہت سی کتابیں لکھی جا چکی ہیں مگر ۱۹۹۱ء میں "بھٹو کے آخری ۳۲۳ دن" کے عنوان سے لفٹیننٹ کرنل رفیع الدین کی کتاب شائع ہوئی جس میں ذوالفقار علی بھٹو کے آخری دنوں کی مستند داستان شائع ہوئی ہے۔ یہ لفٹیننٹ کرنل رفیع الدین مارشل لاء حکام کی جانب سے راولپنڈی جیل کے سپیشل سیکیوریٹی سپرنٹنڈنٹ مقرر کئے گئے تھے کہ بھٹو صاحب کہیں سول اسٹاف کے ساتھ ساز باز کر کے جیل سے فرار نہ ہو جائیں۔ اس کتاب کے حوالہ سے یہ باتیں لکھ رہا ہوں۔

لاہور ہائی کورٹ کی سنائی ہوئی پھانسی کی سزا کے خلاف بھٹو صاحب نے سپریم کورٹ میں اپیل کی تھی انہیں لاہور سے راولپنڈی منتقل کر دیا گیا تھا تاکہ حکومت انہیں آسانی سے سپریم کورٹ میں لا لے جا سکے۔ اس غرض سے راولپنڈی جیل میں سیکیورٹی وارڈ قائم کیا گیا تھا۔ بھٹو صاحب اس انتہائی محفوظ وارڈ میں رکھے گئے اور جب ان کی اپیل نامنظور ہو گئی تو بھی وہیں مقیم رہے تا آنکہ انہیں پھانسی دے دی گئی۔ لیفٹیننٹ کرنل رفیع الدین نے اس کتاب میں ان دنوں کی داستان بلا کم و کاست بیان کی ہے۔

لکھتے ہیں: "میں ۱۹ مئی ۱۹۷۸ء کی شام تقریباً چھ بجے سیکیوریٹی وارڈ میں انتظامات کا جائزہ لینے کے لئے گیا۔ اس وقت اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ عمر دراز ڈیوٹی پر تھے اور میرے ساتھ تھے۔ انہوں نے کانٹے دار تاروں میں پہلے دروازے پر لگا ہوا تالہ کھولا اور ہمارے داخلے کے بعد اسے بھی اسی طرح دوبارہ مقفل کر دیا۔ صحن کے دالان میں داخل ہونے کے لئے بھی تالا کھولا گیا اور میں وارڈ میں داخل ہو گیا جبکہ عمر دراز وہاں وارڈروں کے ہمراہ صحن میں انتظار کرنے لگے ...... میں اندر غسل خانے والے سیل کی طرف ہوا ہی تھا کہ اس کی صفائی وغیرہ دیکھ سکوں کہ میری نظر اچانک بھٹو پر پڑی جو ایک دفتری کرسی پر اپنے سیل کے دروازے کی آہنی سلاخوں کے پیچھے بیٹھے تھے۔ ...... وہ بالکل خاموش، بے حس و حرکت اور اداسی کے عالم میں ڈوبے معلوم ہوئے۔ یہ ایک جگر سوز اور رقت آمیز منظر تھا۔ (صفحہ ۵۳)

بھٹو صاحب کے مذہب بارہ میں رویہ کے بارہ میں لکھتے ہیں:

"بھٹو صاحب کے سیکیوریٹی وارڈ میں آنے سے پہلے ان کے ایک سیل میں ایک عدد جائے نماز رکھ دی گئی تھی لیکن کسی نے انہیں کبھی نماز پڑھتے نہ دیکھا۔ ان کے سیل میں آخری دن قرآن مجید کا ایک چھوٹا سا نسخہ جو تقریباً ایک انچ لمبا اور پون انچ چوڑا تھا، چاندی کے اتنے ہی سائز کے باکس میں بند پایا گیا۔ مجھ سے بھٹو صاحب نے مذہب پر کبھی گفتگو نہیں کی۔ آخری ایام میں جب کبھی میں نے اللہ تعالیٰ کی بڑائی اس کی رحمتوں اور بخششوں کا ذکر کیا تو انہوں نے کبھی بات آگے نہیں بڑھائی۔ لیکن رمضان میں تمام روزے باقاعدگی کے ساتھ رکھے۔ آخری رات میں نے ان کے گلے میں تسبیح بھی دیکھی۔ مولوی صاحبان سے ان کو سخت چڑ تھی اور کہا کرتے تھے کہ پاکستان میں اسلام کو سب سے زیادہ نقصان پہنچانے والے یہ ان پڑھ مولوی ہیں"۔ (صفحہ ۴۸)

کرنل رفیع نے بھٹو کی باتوں کے ضمن میں یہ بھی لکھا ہے کہ:

"بھٹو صاحب نے جنرل اختر حسین ملک کی بے حد تعریف کی۔ کہنے لگے اختر ملک ایک باکمال جرنیل تھا۔ وہ اعلیٰ درجہ کا سالار تھا۔ وہ بڑا بہادر اور دل گردے کا مالک تھا اور فن سپاہ گری کو خوب سمجھتا تھا۔ اس جیسا جرنیل پاکستانی فوج نے ابھی تک پیدا نہیں کیا۔ (صفحہ ٦٦)

کرنل رفیع نے اس پیراگراف پر عنوان لگایا "پاک فوج کا سب سے بڑا جنرل" یہ جنرل اختر حسین ملک اللہ تعالیٰ کے فضل سے ایک مخلص احمدی جرنیل تھے اور آپ نے ابتدائی تعلیم قادیان میں مکمل کی تھی۔ ان کے چھوٹے بھائی لیفٹیننٹ جنرل عبدالعلی ملک بھی اللہ تعالیٰ کے فضل سے اس اعلیٰ ملٹری رینک تک پہنچے اور اسلام آباد کے امیر جماعت بھی رہے۔

کرنل رفیع نے یہ بھی لکھا۔

"ایک دن اچانک بھٹو نے مجھ سے پوچھا کہ کرنل رفیع کیا احمدی آج کل کہہ رہے ہیں کہ میری موجودہ مصیبتیں ان کے خلیفہ کی بددعا کا نتیجہ ہیں کہ میں کال کوٹھڑی میں پڑا ہوا ہوں"۔ (صفحہ ٦٧)

احمدیہ مسئلہ ایسا مسئلہ تھا جس پر بھٹو صاحب نے ہر بار کچھ نہ کچھ کہا۔

"ایک بار انہوں نے کہا، قومی اسمبلی نے انہیں غیر مسلم قرار دیا اس میں میرا کیا قصور ہے ...... اگر وہ مجھے ہی اپنے آپ کو غیر مسلم قرار دینے کا ذمہ دار ٹھہراتے ہیں تو کوئی بات نہیں۔ پھر کہنے لگے میں تو بڑا گنہگار ہوں اور کیا معلوم میرا یہ عمل ہی میرے گناہوں کی تلافی کر جائے اور اللہ میرے تمام گناہ اس عمل کی بدولت معاف کر دے۔ (صفحہ ٦٧)

لکھتے ہیں: "سپریم کورٹ میں ان کی اپیل نامنظور ہونے کے بعد ایک دن انہوں نے کہا کہ پاکستانی قوم بہت ناشکری قوم ہے۔ میں نے اس قوم کے لئے کیا کچھ نہیں کیا"۔ (صفحہ ٦٩)

جب سپریم کورٹ سے بھٹو کی نگرانی کی درخواست بھی نامنظور ہو گئی تو انہیں پھانسی لگانے کے انتظامات شروع ہو گئے۔ اس سلسلہ میں کرنل رفیع لکھتے ہیں:

"دیگر انتظامات کے علاوہ یہ بھی انتظام کیا گیا تھا کہ ایک فوٹوگرافر جو ایک انٹیلی جنس ایجنسی سے تھا اپنے سامان کے ساتھ تین اپریل شام پانچ بجے جیل رپورٹ کرے گا۔ وہ بھٹو صاحب کی لاش کی فوٹو لے گا (تاکہ معلوم ہو سکے کہ ان کے ختنے ہوئے تھے یا نہیں؟) (مجھے سرکاری طور پر بتایا گیا تھا کہ مسٹر بھٹو کی ماں ہندو عورت تھی جو ان کے والد نے زبردستی اپنا لی تھی اور مسٹر بھٹو کا پیدائشی نام نتھا رام تھا اور غالباً ان کے ختنے نہیں کرائے گئے تھے)۔ پھانسی اور غسل کے بعد اس فوٹوگرافر نے بھٹو صاحب کے جسم کے درمیانی حصہ کے نزدیکی فوٹو لئے تھے۔ پڑھنے والوں کے لئے میں بتا دیتا ہوں کہ بھٹو صاحب کا اسلامی طریقہ سے باقاعدہ ختنہ ہوا ہوا تھا"۔ (صفحہ ۹۳)

اس کتاب کا وہ باب جس کا عنوان آخری لمحات ہے تقریباً پندرہ صفحات پر مشتمل اور عبرت کا ایک مرقع ہے۔ اس میں سے تمام باتیں نقل کرنا ممکن نہیں۔ بہرحال جستہ جستہ حوالے۔ "جب بھٹو صاحب کو بتا دیا گیا کہ رات انہیں پھانسی دی جا رہی ہے تو بھٹو صاحب نے مشقتی عبدالرحمان کو آواز دی جو فوراً سیل میں آیا اور بھٹو صاحب نے اسے گرم پانی لانے کو کہا اور کہنے لگے میں شیو کرنا چاہتا ہوں۔ پھر کہا میں بلڈی ملاں نہیں کہ ایسی حالت میں خداوند تعالیٰ کے سامنے جاؤں۔ بعد میں میری طرف متوجہ ہوئے کہنے لگے، رفیع یہ کیا ڈرامہ کھیلا جا رہا ہے۔ میں نے جواب دیا جناب میں نے کبھی آپ کے ساتھ مذاق کیا ہے؟ انہوں نے فوراً کہا تمہارا کیا مطلب ہے؟ میں نے کہا جناب آخری حکم مل گیا ہے آج آپ کو پھانسی دی جا رہی ہے۔ مسٹر بھٹو میں پہلی مرتبہ میں نے وحشت کے آثار دیکھے۔ انہوں نے اونچی آواز میں اپنے ہاتھ کو ہلاتے ہوئے کہا بس ختم؟ بس ختم۔ میں نے جواب میں کہا کہ جی۔ جناب بھٹو صاحب کی آنکھیں جیسے وحشت اور اندرونی گھبراہٹ سے پھٹ گئی ہوں۔ ان کے چہرے پر پیلاہٹ اور خشکی آ گئی جو میں نے پہلے کبھی نہ دیکھی تھی۔ میں اس حالت کو صحیح بیان نہیں کر سکتا"۔ (صفحہ ۱۱۹)

"گیارہ بجکر پچاس منٹ پر اسسٹنٹ سپرنٹنڈنٹ مجید احمد قریشی اور کاظم حسین بلوچ آئے انہوں نے باہر ہی سے مسٹر بھٹو کو جگانے کی کوشش کی مگر وہ نہ جاگے ___ مسٹر قریشی نے جیل دفتر ٹیلیفون کر کے پوچھا کہ کیا کیا جائے؟ انہیں بتایا گیا کہ سیل کھول کر اندر جا کر بھٹو صاحب کو جگائیں۔ مسٹر قریشی نے سیل کھول کر اندر جا کر بھٹو صاحب کو جگانے کی کوشش کی مگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ مسٹر قریشی نے ٹیلی فون پر دفتر میں اطلاع دی کہ بھٹو صاحب کوئی جواب نہیں دے رہے، جیسے بے ہوش ہیں۔ مجھے اس خبر پر کافی فکر لاحق ہوئی کیونکہ میرے فرائض میں سے ایک فرض یہ بھی تھا کہ بھٹو صاحب کسی حالت میں بھی خودکشی نہ کریں۔

رات بارہ بجنے میں ایک منٹ کم میں، جیل سپرنٹنڈنٹ، جیل ڈاکٹر اور مجسٹریٹ کو لے کر میں سیکیوریٹی کے سیل میں داخل ہوا۔ بھٹو صاحب سیل میں گدے پر شمالاً جنوباً بائیں پہلو لیٹے ہوئے تھے اور ان کا منہ سیل کے دروازے کی طرف تھا۔ جب سیل کا دروازہ کھولا جا رہا تھا تو چوہدری یار محمد اور جیل ڈاکٹر نے دیکھا کہ بھٹو صاحب نے اپنی ایک آنکھ کھول کر ہم سب کو دیکھا اور پھر آنکھ بند کر لی۔ میں نے اور چوہدری یار محمد نے اندر داخل ہوتے ہی بار بار بھٹو صاجب کا نام لے کر پکارا مگر انہوں نے کوئی جواب نہ

دیا۔ میں نے جیل ڈاکٹر صغیر حسین شاہ صاحب سے کہا کہ وہ بھٹو صاحب کو چیک کریں۔ ڈاکٹر نے بھٹو صاحب کی نبض محسوس کی اور پھر سٹیتھو سکوپ کے ساتھ ان کے سینہ کا معائنہ کیا اور ان کی آنکھ کو دیکھ کر کھڑے ہوگئے اور میرے کان میں بتایا کہ بھٹو صاحب ٹھیک ہیں۔ میں نے بھٹو صاحب کو پھر آواز دی مگر انہوں نے کوئی جواب نہ دیا۔ میں نے ان پر جھک کر ان کے کندھے کو ہلایا اور ان کو پھر پکارا مگر کوئی جواب نہ آیا۔ میں نے ڈاکٹر سے پھر کہا کہ ان کو چیک کریں۔ ڈاکٹر نے ایک بار پھر ان کی نبض اور چھاتی کا معائنہ کیا اور اٹھ کر میرے کان میں سرگوشی کے ساتھ بتایا کہ بھٹو صاحب ٹھیک ٹھاک ہیں۔ میں نے ڈاکٹر کو سیل سے باہر بلایا اور دالان میں ان سے کہا کہ بھٹو صاحب جواب کیوں نہیں دے رہے؟ ڈاکٹر نے مجھے یقین دلایا کہ بھٹو صاحب بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں اور میں فکر نہ کروں۔ پھر چوہدری یار محمد نے مجھے بتایا کہ جب دروازے کا تالہ کھولا جارہا تھا تو بھٹو صاحب نے ایک آنکھ کھول کر ہم سب کو دیکھا اور پھر آنکھ بند کرلی۔ وہ مکر کر رہے ہیں اور بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں اور یہ سب کچھ مکر کے طور پر کر رہے ہیں۔ ڈاکٹر نے بھی جیل سپرنٹنڈنٹ کی طرح بتایا کہ اس نے بھی بھٹو صاحب کی ایک آنکھ کھلی بند ہوتے دیکھی تھی۔ پھر کہا ان کا دل، نبض اور آنکھ کی پتلی بالکل ٹھیک ہیں۔ اور وہ یہ سب مکر کے طور پر کر رہے ہیں۔ میں نے ڈاکٹر کو بتایا کہ بھٹو صاحب کو کچھ ہو گیا تو وہ ذمہ دار ہوگا اور اسے فوجی طریقے سے حکم دیا کہ وہ بھٹو صاحب کو پھر چیک کرے۔ ڈاکٹر صاحب نے میرے کہنے پر تیسری مرتبہ بھٹو صاحب کو چیک کیا اور باہر دالان میں آکر مجھے بتایا کہ کرنل صاحب آپ فکر نہ کریں۔ بھٹو صاحب ٹھیک ٹھاک ہیں اور وہ جان بوجھ کر اس طرح کر رہے ہیں۔ میں نے مسٹر قریشی اور مسٹر بلوچ کو سیکیورٹی وارڈ ہی میں رہنے دیا اور ہم واپس دفتر آگئے۔ میں نے ڈاکٹر صاحب سے پھر کہا کہ چند منٹوں بعد وہ بھٹو کو دوبارہ چیک کریں۔

رات ایک بجکر دس منٹ پر بھٹو صاحب خود اٹھ بیٹھے۔ مسٹر قریشی نے انہیں بتایا کہ نہانے کے لئے پانی گرم ہے مگر بھٹو صاحب نے جواب دیا اب وہ نہانا نہیں چاہتے۔

"ان کی جسمانی حالت دیکھ کر ایک سٹریچر کا بھی بندوبست کر لیا گیا تھا۔ کہ اگر وہ پھانسی گھاٹ تک چل کر نہ جا سکے تو ان کو اس پر لے جایا جائے گا"۔

"حکم کے مطابق بھٹو صاحب کو ۳، ۴ اپریل ۱۹۷۹ء کی درمیانی شب کو دو بجے انسپکٹر جنرل جیل خانہ جات کی موجودگی میں پھانسی لگانی تھی۔ پانچ افسران سیل کے اندر گئے۔ بھٹو صاحب گدے کے اوپر لیٹے ہوئے تھے اور جاگ رہے تھے۔ ان سے مجسٹریٹ مسٹر بشیر احمد خان نے کہا کہ کیا کوئی وصیت چھوڑنا چاہتے ہیں۔ بھٹو صاحب خاموش رہے۔ بھٹو صاحب کا رنگ پھیکا اور زرد پڑ چکا تھا اور وہ جسمانی لحاظ سے نقاہت کی حالت میں تھے۔ ان کی آواز بے حد خفیف اور کمزور تھی اور صاف سنائی نہ دے رہی تھی"۔ "میں نے قریب جاکر ان سے کہا جناب آپ چل کر جائیں گے یا یہ آپ کو اٹھا کر لے جائیں؟ انہوں نے مجھے کوئی جواب نہ دیا بلکہ میری آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے رہے"۔ "وہ بے حد پر اضطرار اور دلسوز حالت تھی"۔ مجسٹریٹ نے دوبارہ آگے بڑھ کر ان سے پوچھا کہ آپ کچھ وصیت کرنا چاہتے ہیں؟ بھٹو صاحب خاموش رہے، مجسٹریٹ نے دوبارہ پوچھا کہ کیا آپ وصیت لکھوانا چاہیں گے؟ جواب دیا ہاں میں لکھوانا چاہوں گا"۔

اس لمحے وقت ختم ہوچکا تھا اور جیل سپرنٹنڈنٹ نے ہیڈ وارڈ کو حکم دیا کہ وہ اپنے آدمی اندر لائے اور مسٹر بھٹو کو اٹھالیں۔ چار وارڈر اندر داخل ہوئے اور دو نے بھٹو صاحب کے بازو اور دو نے ان کے پاؤں اور ٹانگیں پکڑ کر ان کو اوپر اٹھالیا۔ جب ان کو اٹھایا جارہا تھا تو انہوں نے کہا "مجھے چھوڑ دو" جب ان کو سیل سے باہر نکالا جارہا تھا تو ان کی کمر تقریباً فرش کے ساتھ لگ رہی تھی۔ ان کی قمیض کا پچھلا حصہ، ان وارڈروں، جو ان کی ٹانگوں کو پکڑے ہوئے تھے کے پاؤں کے نیچے آیا اور قمیض پھٹنے کی آواز آئی۔ میں نے قمیض کا معائنہ تو نہیں کیا لیکن وہ بازوؤں کے نیچے سے ادھڑ گئی ہوگی۔ یعنی ٹانکے کھل گئے ہوں گے۔ دالان میں ان کو اسٹریچر پر ڈال دیا گیا ان کے دونوں ہاتھوں میں ان کے پیٹ کے سامنے ہتھکڑی لگا دی گئی۔ اتنی دیر میں مشقتی عبدالرحمان چائے کی پیالی لے کر سامنے آیا جو بھٹو صاحب نے ہمارے داخلے سے پہلے ان سے کہی ہوگی۔ میں یہ سب دیکھ کر حیران ہو رہا تھا کہ اللہ تعالیٰ کی شان دیکھئے کہ جیل کی دیوار کے پار پرائم منسٹر ہاؤس میں بھٹو صاحب نے جو بھی چاہا دنیا کے کسی حصہ سے ان کے لئے فوراً مہیا کر دیا گیا اور آج ان کی آخری اور معمولی سی خواہش بھی پوری نہ ہو سکی کہ چائے کی ایک پیالی بھی پی سکیں"۔

"چار وارڈروں نے سٹریچر کو چاروں کونوں سے اٹھالیا۔ بھٹو صاحب نے اپنا سر گردن پر تھامے ہوئے اوپر اٹھائے رکھا مگر ویسے بالکل بے حس رہے۔ ان کے پاؤں پیلے زرد نظر آرہے تھے جیسے کہ ان کے جسم میں خون بالکل کم ہو گیا ہو۔ سیل سے تقریباً دو سو یا دو سو پچاس گز پھانسی گھاٹ تک وہ بالکل خاموش اور بغیر حرکت کے رہے۔ پھانسی کی جگہ وارڈروں نے اسٹریچر کو زمین پر رکھا اور دو نے بھٹو صاحب کی بغلوں کے نیچے سے مدد کی اور وہ پھانسی کے تختے پر کھڑے ہوگئے۔ میں بھٹو صاحب کے نزدیک ترین رہا۔ صرف میں نے اپنے پاؤں پھٹے سے بچا کر رکھے۔ لیکن میرے کان ان کے چہرے سے ایک یا دو فٹ ہی دور رہے۔ ان کے ہاتھوں سے ہتھکڑی نکال کر ان کے بازو ان کے کمر کے پیچھے ایک جھٹکے سے لے جائے گئے اور پھر ہتھکڑی لگا دی گئی۔ اسی دوران تارا مسیح نے ان کے سر اور چہرے پر ماسک چڑھا دیا یا تو انہیں چہرے پر ماسک کی وجہ سے سانس لینے میں دقت ہوئی یا ہاتھوں کو مروڑتے ہوئے جب ان کو کمر کے پیچھے ہتھکڑی لگائی گئی تو لوہے کی ہتھکڑی نے ان کی کلائیوں کو دبایا جس کی وجہ سے ان کو تکلیف ہوئی اس لئے انہوں نے کہا "یہ مجھے" شاید وہ کہنا چاہتے ہوں کہ یہ مجھے تکلیف دے رہی ہے۔ میں ان کے بالکل نزدیک تھا یعنی میں تختے سے بچتے ہوئے آگے ان کی طرف اتنا جھکا ہوا تھا کہ ان کے منہ اور میرے کانوں میں ایک دو فٹ کا فاصلہ ہوگا مگر میں ان کی یہ آخری بات پوری نہ سن سکا"۔ "ٹھیک دو بج کر چار منٹ پر، چار اپریل ۱۹۷۹ء کو جلاد نے لیور دبایا اور بھٹو صاحب ایک جھٹکے کے ساتھ پھانسی کے کنویں میں گر پڑے"۔

ان جستہ جستہ اقتباسات سے اس شخص کے عبرتناک انجام کی ایک واضح تصویر سامنے آجاتی ہے وہ شخص جو اپنے وقت کا مارشل لاء ایڈمنسٹریٹر، ملک کا صدر، ملک کا وزیر اعظم اور اسلامی کانفرنس کا چیئرمین تھا۔ مگر جب اس نے اللہ کی جماعت کو للکارا تو اللہ تعالیٰ نے کیسی گرفت فرمائی۔ فاعتبروا یا اولی الابصار۔

دوسرا شخص جو ذوالفقار علی بھٹو کو اقتدار سے معزول کر کے برسر اقتدار آیا، ضیاء الحق تھا۔ یہ شخص بھی اللہ کی جماعت سے نبرد آزما ہوا اور یہ بات بھول بیٹھا کہ اس سے پہلے کا انجام کیا ہوا تھا؟ اس شخص نے اسلام کے نام پر ملک کا جو استحصال کیا اس کی جستہ جستہ روداد اس کے مرنے کے بعد چھپنے والی کتاب "جنرل ضیاء کے گیارہ سال" میں بکھری پڑی ہے۔ اسی کتاب کے حوالے سے دوسرے فرعون کے انجام کا بیان یہاں سے شروع ہوتا ہے۔ یہ کتاب ملک کے مشہور صحافی اظہر سہیل نے لکھی ہے۔

کتاب کے دیباچہ میں اظہر سہیل نے لکھا ہے:

"جنرل ضیاء الحق کے گیارہ سالہ دور حکومت میں ریڈیو، ٹی وی اور سرکاری ذرائع ابلاغ کے ذریعہ یہ بات بہ تکرار و تسلسل دہرائی جاتی رہی کہ جنرل صاحب پاکستان کی تقدیر کے ایسے روشن ستارے ہیں جو اگر غروب ہو گئے تو چاروں جانب گھور اندھیرا چھا جائے گا۔ ان کے حواری اور وہ خود ایک ہی بات کا اعادہ کرتے رہے کہ یہ ملک ان کے بغیر چل نہیں سکتا۔ لیکن گیارہ برسوں کے بعد گردن موڑ کر دیکھیں اور حالات کا تجزیہ کیا جائے تو حیرت ہوتی ہے کہ ان کے ہوتے ہوئے یہ ملک چلتا کیسے رہا؟"

بھٹو صاحب سے ان کی وفاداری کے بارہ میں لکھتے ہیں:-

"بھٹو صاحب سے انہیں کوئی ذاتی پرخاش نہیں تھی۔ انہوں نے ملتان میں صادق حسین قریشی کی اقامت گاہ "وائٹ ہاؤس" میں کلام اللہ بدست بھٹو صاحب کو یقین دلایا تھا کہ "سر آپ اس قوم کے اتنے بڑے محسن ہیں کہ آپ سے بڑے کسی ہیرو کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا اور آپ کو قرآن مجید پر ہاتھ رکھ کر یقین دلانا چاہتا ہوں کہ میں آپ اور آپ کے خاندان کا وفادار رہوں گا"۔ (صفحہ ۱۴)

"انہوں نے اس عہد کی تجدید جون ۷۷ میں بھی کی کہ جب کسی سرکاری اجلاس کے سلسلہ میں بھٹو سے ملنے ایوان وزیر اعظم آئے۔ اجلاس ختم ہوا اور بھٹو صاحب ائر مارشل ذوالفقار علی خان کے ہمراہ واپس جانے لگے تو پیچھے سے آہٹ سن کر رک گئے۔ دیکھا تو جنرل محمد ضیاء الحق کھڑے تھے۔ جنرل صاحب نے کہا "جناب میں آپ کو یقین دلانے آیا ہوں کہ میں ہمیشہ آپ کا احسان مند اور تابعدار رہوں گا" (ایضاً)۔

اس محسن کش کا یہ کردار بھی سامنے رہے کہ "جب ان کے پاس رحم کی اپیل آئی تو انہوں نے قتل کے مجرم کو معاف نہ کرنے کا اصولی موقف اختیار کر لیا حالانکہ مجرموں کو معافی دینے والے اس حکمران نے شبنم ڈکیتی کیس کے مجرموں کو معاف کر دیا تھا"۔ (ایضاً)۔

"مذہبی فرقوں کے درمیان بھی انہوں نے محض مذہبی منافرت کو ہوا دی۔ شیعہ ہوں یا سنی یا دیوبندی وہابی انہوں نے ان کے درمیان خلیجیں گہری کرنے اور اپنا انتداب قائم رکھنے کی پالیسی اختیار کی۔ ان کے عہد میں جتنے مذہبی فسادات ہوئے، مسلمانوں نے مسلمانوں کا جتنا خون بہایا اس کی مثال شاید ہی ماضی میں کہیں ملتی ہو۔ انہوں نے مذہب کے نام پر چن چن کر ایسے عناصر کو اپنے گرد اکٹھا کئے رکھا جنہیں دینی حلقوں میں کسی وقار یا احترام کا مستحق سمجھا جانا تو ایک طرف بہ نظر استحسان بھی نہیں دیکھا جاتا تھا"۔ (صفحہ ۱۴)۔

"زندگی کے ہر شعبہ میں نکھد اور نالائق لوگوں کو آگے بڑھایا گیا تاکہ تازہ ہوا کے راستے بند کر کے قومی سطح پر مفلوج سوچوں کو فروغ دیا جا سکے"۔ (صفحہ ۱۵)

"آخری دنوں میں ان کا ارادہ ایک اور ریفرینڈم منعقد کرانے کا تھا جس کے ذریعہ وہ موجودہ مغربی جمہوری نظام کو اسلامی خلافت میں تبدیل کرنے کے لئے استصواب رائے عامہ کرنے والے تھے۔ اگر جواب ہاں میں مل جاتا تو اس کا مطلب یہ لیا جاتا کہ عوام نے صدر جنرل محمد ضیاء الحق کو مزید سات سال کے لئے حکمرانی کی اجازت دے دی ہے۔ اس کے بعد ان کا ارادہ ایک بار پھر اپنی مطلب کی مجلس شوریٰ نامزد کرنے کا تھا"۔ (صفحہ ۹۸)

"انہوں نے اپنے آزمودہ مہروں اور مارشل لاء دور کی ٹیم کو دوبارہ اکٹھا کرنا شروع کیا اور مستقبل کی مہرہ بازی کے لئے بساط بچھانا شروع کی ہی تھی کہ ۱۷ اگست کو اچانک موت نے انہیں اپنی آغوش میں لے لیا۔ ان کی موت بہاولپور کے نزدیک ہونے والے ایک ہوائی حادثہ کے ذریعہ واقعہ ہوئی۔ اسی روز صبح وہ امریکی سفیر آرنلڈ رافیل سمیت بعض اہم فوجی مشقیں اور اسلحہ دیکھنے بہاولپور گئے تھے۔ ان کا یہ سفر پاکستان ائر فورس کے کارگو طیارہ سی ون تھرٹی میں شروع ہوا اور اسی میں ختم ہو گیا۔ اس طیارہ کا کوڈ نمبر "پاکستان ون" تھا۔ اس میں خاص طور سے صدر اور ان کے رفقاء کے لئے کیبن اور نشستیں نصب کی گئی تھیں۔ اسی طیارے میں وہ چکلالہ سے روانہ ہو کر بہاولپور پہنچے مگر یہی طیارہ ان کی واپسی کا ضامن نہ بن سکا۔ فضاء میں بلند ہوتے ہی اچانک اس کے نظام میں خرابی پیدا ہوئی، طیارہ ناک کے بل زمین پر گر کر تباہ ہو گیا، تیل کی ٹینکیاں پھٹ گئیں، آگ چاروں طرف سے اپنے مہیب پنجے پھیلائے ہوئے بڑھی اور جنرل ضیاء الحق کے ہمراہ ان کے بعض دیرینہ رفقاء خاکستر میں تبدیل ہوگئے۔ کلام مجید کے الفاظ میں فاعتبروا یا اولی الابصار کا موقع ہے"۔ (صفحہ ۱۰۰)

"ظاہراً وہ ایک نیک نفس، متدین اور نرم مزاج حکمران تھے مگر یہ بھی ایک حقیقت ہے کہ غصہ کی شدت میں اپنے ساتھیوں کو گالی تک دے بیٹھتے تھے۔ ان میں معافی کا جذبہ سرے سے تھا ہی نہیں۔ نتیجہ یہ کہ ان کی "شہادت" کا غبارہ زیادہ دیر نہ اڑ سکا۔ سانحہ بہاولپور کو دو ہفتے بھی نہیں گزرے ہوں گے کہ اخبارات نے ان کے بارے میں تند و تیز مضامین شائع کرنے شروع کر دئے۔ انہوں نے اپنے گرد خوشامدیوں کا جو ٹولہ اکٹھا کر رکھا تھا وہ چونکہ کسی ذہنی وابستگی یا اصولی موقف کی بنا پر ان کے ساتھ نہیں تھا اس لئے ان کی حمایت میں خود ان کے صاحبزادوں کے سوا کوئی بروئے کار نہ آیا"۔ (صفحہ ۱۰۳)

ضیاء الحق کی موت دوسروں کے لئے اچانک ہوگی مگر جماعت احمدیہ کے لئے غیر متوقع نہیں تھی کیونکہ حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے مباہلہ کا ایک ہدف یہ خود سر حاکم بھی تھا۔ وہ شخص جس نے الٰہی جماعت کے خلاف اپنے ترکش کے تمام تیر آزما دیکھے تھے

باقی صفحہ نمبر 16 پر

الفضل ڈائجسٹ

(مرتبہ ۔ محمود احمد ملک)

★★امریکہ کے محمد الیگزنڈر رسل ذیب نے حضرت اقدس مسیح موعودؑ کے ذریعہ اسلام قبول کیا۔ پھر انکی تبلیغ سے احمدی ہونے والے فلاڈلفیا کے جارج بیکر نے حضورؑ کی خدمت میں احمدی ہونے کے ثبوت میں کوئی شناخت بھجوانے کی درخواست کرتے ہوئے لکھا کہ یہاں کے دستور کے مطابق جو شخص کسی انجمن یا سوسائٹی کا رکن بنے اسے کوئی شناختی نشان یا سند دی جاتی ہے جسے وہ عندالضرورت پیش کرسکے۔ اس کے جواب میں حضور اقدس علیہ السلام نے لکھوایا "ہمارا نشان شناخت صرف یہ ہے کہ جب نماز کا وقت آئے تو وضو کرکے نماز ادا کرلیا کرو، یہ کافی نشان ہے، دوسرے سندات یا نشانات کو ایک منافق بھی پیش کرسکتا ہے"۔ ماہنامہ "انصاراللہ" جون ۱۹۹۵ء کے شمارے میں "ایمان افروز اور روح پرور روایات" کے عنوان سے مکرم عبدالسمیع خان صاحب کا مرتبہ مضمون شائع ہوا ہے جس میں ایک اور روایت حضرت منشی برکت علی صاحب کی بیان ہوئی ہے کہ ایک دفعہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام مجلس میں تشریف فرما تھے کہ اچانک اٹھ کر سیڑھیوں سے اتر کر ڈھاب کی طرف تشریف لے گئے۔ دو تین احباب بھی ساتھ تھے جنہوں نے بتایا کہ ڈھاب میں پانی بہت تھا۔ لڑکے نہا اور کھیل رہے تھے، ایک لڑکا ڈوبنے کو تھا کہ حضورؑ نے ہاتھ بڑھاکر اسے باہر نکال لیا اور واپس آکر مجلس میں بیٹھ کر بات چیت میں مشغول ہوگئے۔

★★اسی شمارے میں حضرت مولوی برہان الدین جہلمی رضی اللہ عنہ کے بارے میں محترم نصراللہ خان ناصر صاحب کا مضمون بھی شائع ہوا ہے۔ آپؓ ۱۸۳۰ء میں ضلع گجرات کے ایک گاؤں میں پیدا ہوئے۔ ۲۵ سال کی عمر میں دینی تعلیم کے لئے دہلی گئے اور ۱۸۶۵ء میں جہلم آکر اہل حدیث تحریک کے لیڈر بن گئے اور کئی شہروں میں اس تحریک کی بنیاد رکھی۔ آپ پیشگوئیوں کے مطابق مامور زمانہ کے منتظر تھے چنانچہ کئی اہل علم کے پاس گئے لیکن اطمینان نہ ہوا۔ اسی دوران حضرت اقدسؑ کے دعاوی سے اطلاع ہوئی تو اسی نتیجہ پر پہنچے کہ یہی میری منزل ہے چنانچہ پیدل ہی قادیان کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچ کر معلوم ہوا کہ حضورؑ عبادت اور دعاؤں کی غرض سے چالیس روز کے لئے ہوشیارپور تشریف لے گئے ہیں چنانچہ حضرت مولوی صاحب شوق ملاقات میں وہاں تشریف لے گئے۔ اس وقت حضرت اقدسؑ خلوت نشینی میں تھے اور کسی کو ملاقات کی اجازت نہ تھی۔ دروازہ پر حضرت شیخ حامد علیؓ بیٹھے تھے جن کی منت سماجت کے باوجود بھی ملاقات کی اجازت نہ ملی۔ آخر کہنے لگے کہ مجھے صرف چک اٹھاکر اندر دیکھ لینے دو لیکن انہوں نے یہ بات بھی نہ مانی۔ اسی دوران حضرت اقدسؑ نے حضرت حامد علیؓ کو کسی کام سے بھجوایا۔ وہ چلے گئے تو یہ چپکے سے چک اٹھاکر حضور علیہ السلام کو دیکھنے لگے۔ حضورؑ اس وقت کچھ لکھ رہے تھے اور تیز تیز کمرے میں چل رہے تھے۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا مولوی صاحب آپ نے کیا دیکھا۔ آپ نے جواب دیا "اس نے بہت دور جانا ہے۔ یہ کمرے میں تیز تیز چل رہا تھا جس سے معلوم ہوتا تھا کہ اس نے بڑا کام کرنا ہے"۔ آپؓ نے بیعت کرنی چاہی لیکن حضورؑ نے فرمایا کہ ابھی مجھے اذن نہیں چنانچہ آپؓ نے ۱۸۹۱ء میں بیعت کی۔ حضورؑ نے آپکا نام "آئینہ کمالات اسلام" اور آپکے بیٹے سمیت آپکا نام "انجام آتھم" میں درج فرمایا ہے اسی طرح "کتاب البریہ و تبلیغ رسالت" میں بھی آپکا ذکر کیا ہے۔ حضرت مولوی صاحبؓ کے ذریعہ ضلع جہلم میں کثرت سے لوگ احمدی ہوئے۔ احمدی ہونے کے بعد آپ پر مصائب کا ایک سلسلہ شروع ہوگیا حتیٰ کے فاقہ کشی تک نوبت پہنچ گئی۔ ۱۹۰۲ء میں حضور علیہ السلام جب ایک مقدمہ کے سلسلہ میں جہلم تشریف لے گئے تو آپؓ کی عمر ۷۲ سال تھی لیکن اس ضعیفی کے عالم میں بھی آپ حضورؑ کی سواری کے آگے آگے چل رہے تھے اور کہہ رہے تھے کہ یہ بڑی خوش بختی ہے ورنہ یہ نعمتیں کہاں۔ اس سفر میں گیارہ سو آدمیوں نے بیعت کی۔ ۱۹۰۴ء میں آپؓ قادیان گئے تو معلوم ہوا کہ حضورؑ سیالکوٹ میں ہیں۔ آپؓ بھی وہاں پہنچ گئے۔ ایک روز گلی میں کسی عورت نے حضورؑ پر راکھ پھینکی۔ حضورؑ تو آگے گزر گئے اور راکھ آپؓ پر گری۔ آپؓ نے فرمایا "پا مائے پا" یعنی اے بڑھیا اور راکھ ڈالو۔ اسی سفر کے اختتام پر حضورؑ کو روانہ کرکے مولوی صاحبؓ واپس جارہے تھے تو کچھ غنڈوں نے آپؓ پر گند پھینکا اور منہ میں زبردستی گوبر ڈالا۔ آپکی عمر اس وقت ۷۴ سال تھی آپؓ نے اس ظلم پر یہی کہا الحمدللہ یہ نعمتیں انسان کو خوش قسمتی سے ہی ملتی ہیں، مسیح موعود نے کونسا روز روز آنا ہے۔ ۳ دسمبر ۱۹۰۵ء کو جہلم میں آپکی وفات ہوئی۔ حضور اقدسؑ نے ۸ دسمبر کو قادیان میں نماز جنازہ غائب پڑھی۔ حضورؑ کو یہ الہام ہوا تھا "دو شہتیر ٹوٹ گئے"۔ ایک شہتیر آپؓ تھے اور دوسرے حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ۔

★★ربوہ سے ۹ میل پر ایک قصبہ "لالیاں" ہے جس میں احمدیت کے نفوذ کے بارے میں محترم ڈاکٹر محمد حیات صاحب کا مضمون اسی رسالہ میں شائع ہوا ہے۔ حضرت اقدسؑ کے دور میں یہاں کی جامع مسجد کے امام مولوی تاج محمود صاحب نے قادیان کا سفر کیا اور ۹ اگست ۱۹۰۴ء کی مجلس میں حضورؑ سے نماز میں لذت اور سرور کے لئے درخواست دعا کی۔ آپ مشہور گدی نشین پیر محمود صاحب چھچھ ہزاروی کے مرید تھے اور ان کے ایما پر ہی ان کے مریدوں نے قادیان کا سفر کیا تھا۔ ۱۸۹۴ء میں نشان کسوف و خسوف کے بعد تحقیق کی غرض سے تین احباب کا وفد پاپیادہ قادیان روانہ ہوا۔ جب یہ بٹالہ پہنچے تو مولوی محمد حسین بٹالوی کے شاگردوں نے انہیں قادیان کا راستہ بتانے کی بجائے بھٹکانے کی کوشش کی اور کہا کہ جس نے مہدی ہونے کا دعویٰ کیا ہے اس نے تو سات دعوے کئے ہیں، تم کس پر ایمان لاؤگے۔ اس پر شیخ امیر دین صاحب نے جواب دیا کہ اگر اس نے سات دعوے کئے ہیں تو وہ پھر بھی سچا ہے کیونکہ اس نے ساری دنیا کے مذاہب کا مقابلہ کرنا ہے اس لئے اس کے اور دعوے بھی ہونگے۔ اس پر وہ لاجواب ہوگئے لیکن قادیان کا راستہ نہ بتایا۔ جب یہ وفد قادیان پہنچا تو حضورؑ مسجد مبارک میں ایک مجلس میں تشریف فرما تھے۔ آپؑ سوالات کے جوابات بھی ارشاد فرما رہے تھے اور ساتھ ساتھ کوئی مضمون بھی تحریر فرما رہے تھے۔ ان کا حضورؑ سے تعارف ہوا تو انہوں نے بٹالوی صاحب کے شاگردوں والا واقعہ عرض کیا۔ حضورؑ نے فرمایا دیکھو یہ کیسا ان پڑھ شخص ہے اس نے کیسا جواب دیا۔ لاجواب کردیا۔ اس کو کس نے سکھایا، اس کو خدا نے سکھایا۔ یہ الفاظ حضورؑ نے تین مرتبہ دھرائے۔ تین روز بعد واپسی سے قبل انہوں نے بیعت کی درخواست کی جس پر حضورؑ نے فرمایا "ابھی کچھ روز اور ہمارے پاس رہیں اور تسلی کرلیں"۔ اس پر شیخ صاحب آبدیدہ ہوگئے اور اپنے پاؤں حضور کو دکھائے اور عرض کی کہ اتنی لمبی مسافت سے ہمارے پاؤں سوج گئے ہیں، ہم نے آپکو سچا مہدی پایا ہے۔ نہ جانے زندگی ساتھ دے یا نہ دے۔ ہماری بیعت قبول فرمائیں۔ اس پر حضور کے دست مبارک پر بیعت ہوئی اور لالیاں میں جماعت احمدیہ کا قیام عمل میں آیا۔ اگرچہ اس وفد سے پہلے بھی حضرت غلام محمد صاحب نے ۱۸۹۲ء کے قریب بیعت کی تھی۔ اسی طرح ایک اور صاحب شیخ امیر دین صاحب نے جو محکمہ پولیس میں ملازم تھے حضورؑ کے سفر سیالکوٹ کے دوران بیعت کی تھی تاہم اس وفد کے قبول احمدیت سے لالیاں میں جماعت کا باقاعدہ قیام عمل میں آیا۔

بقیہ مختصرات

بدھ ۔ جمعرات، ۱۹۔ ۲۰ جولائی ۱۹۹۵ء.

ان دو دنوں میں حضور ایدہ اللہ تعالیٰ نے ترجمۃ القرآن کی کلاسز لیں جن میں بالترتیب سورہ المائدہ کی آیات نمبر۶۶ تا ۷۴ اور آیات نمبر۷۴ تا ۸۳ کا ترجمہ اور ضروری مقامات کی تشریح فرمائی۔ یہ ترجمۃ القرآن کی کلاسز نمبر ۷۰ اور ۷۱ تھیں۔

جمعۃ المبارک ۲۱ جولائی ۱۹۹۵ء.

آج اردو دان احباب کے ساتھ مجلس سوال و جواب منعقد ہوئی۔ سوالات یہ تھے:۔

☆ مذہب کی تعریف کیا ہے اور کیا یہ تعریف سکھ مت پر صادق آتی ہے؟
☆ کیا Capitalism کے تنزل کے آثار شروع ہو چکے ہیں اور وہ کیا ہیں؟
☆ کیا ہمیں اخروی زندگی میں اس دنیا کی باتیں یاد ہوں گی؟
☆ شیعہ لوگ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ قرآن مجید میں سے کچھ حصہ نکال دیا گیا ہے۔ اس پر تبصرہ؟
☆ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح مکہ کے بعد اپنا مرکز مدینہ ہی رکھا تھا۔ احمدیت کی ہجرت کے اختتام پر صورت حال کیا ہوگی؟
☆ دعا "ربنا آتنا فی الدنیا حسنۃ وفی الآخرۃ حسنۃ وقنا عذاب النار" کے حوالہ سے سوال ہے کہ حسنۃ اور عذاب النار کا کیا جوڑ ہے؟
☆ جماعتی روایات کی حقیقت اور شرعی حیثیت کیا ہے اور کیا زمانہ کے ساتھ ان روایات میں تبدیلی ہو سکتی ہے؟
☆ کیا بوزنیا کے موجودہ حالات دنیا کو عالمگیر جنگ کی طرف لے جا رہے ہیں؟
☆ قرآن میں آتا ہے "ومن کل شیء خلقنا زوجین" میں "زوجین" کی کیا تشریح ہے؟
☆ جن علاقوں میں رات بہت ہی چھوٹی ہوتی ہے کیا اسلام اجازت دیتا ہے کہ فجر کی نماز تاخیر سے ادا کی جائے؟
☆ یہود اور عیسائیوں میں باہمی بغض کے حوالہ سے یہ سوال کہ ایسا بغض تو مسلمانوں کے مختلف طبقات کے درمیان بھی نظر آتا ہے۔
☆ "یاتی من بعدی اسمہ احمد" کے حوالہ سے سوال کہ یہاں کس وجہ سے لفظ احمد ہے اور لفظ محمد کیوں نہیں آیا۔ اس کی کیا حکمت ہے؟
☆ احادیث میں مسیح کے ذکر میں "المسیح الدجال" کے الفاظ آتے ہیں۔ مسیح کے ساتھ یہ لفظ کس وجہ سے استعمال کیا گیا ہے؟
☆ ایک عام آدمی کو رات کتنے گھنٹے سونا چاہئے؟
☆ قرآن میں عذاب کے ذکر میں "ذق" اور "ذوقوا" کے الفاظ آئے ہیں، اس کی کیا حکمت اور وجہ ہے؟

(ع ۔ م ۔ ر)

نفاذ اسلام

کر رہے ہیں توپ سے جیسے مسلط دین کو
کون مانے گا کہ یہ تلوار سے پھیلا نہیں
آجکل کے مولوی جس دین کا ہیں اشتہار
وہ یقیناً عظمت کردار سے پھیلا نہیں

(قیصر ملک)

Kenssy
Fried
Chicken

TELEPHONE 539 3773
589 HIGH ROAD,
LEYTONESTONE,
LONDON E11 4PB

PROPRIETOR: MASOOD HAYAT

ہندوستان کے ایک شاعر پر فتویٰ ءِ کفر

(چوہدری خالد سیف اللہ خان، نمائندہ الفضل، آسٹریلیا)

ہندوستان کے ایک مشہور رسالہ India Today کے ۳۱ مئی ۱۹۹۵ء کے شمارہ میں ایک مضمون مسٹر یو۔ ماہرکار (Mr.U.Mahirkar) کا شائع ہوا ہے جس کے ایک حصہ کا ترجمہ (بلا تبصرہ) پیش خدمت ہے:۔

" سترہ سال گزرے جب Sahitya Akademi کے انعام یافتہ اردو شاعر نے احمد آباد میں دریا کے کنارے واقع اپنے بنگلہ کے برآمدہ میں بیٹھ کر ایک چھ سطری غزل لکھی تھی۔ اس وقت اسے کچھ پتہ نہ تھا کہ وہ اس طرح خدا کے غضب کو للکار رہا ہے۔ اس کا علم اسے پچھلے پندرھواڑے میں ہوا جب اس نے یہ غزل ہندوستان اور پاکستان کے کوئی تین درجن مشاعروں میں پڑھی جس پر احمد آباد کے ایک دینی مدرسہ نے اس کے خلاف فتویٰ جاری کر دیا جس کی رو سے غزل کو گستاخانہ (Blasphemous) کہا گیا ہے اور شاعر علوی کو کافر قرار دیا گیا ہے۔ نیز شاعر اگر اپنی زیادتی سے توبہ نہ کرے تو اس کو سوشل بائیکاٹ کی دھمکی دی گئی ہے۔

اس فتویٰ نے ایک دفعہ پھر اس مسئلہ کی طرف توجہ مبذول کرائی ہے جو آجکل کثرت سے زیر بحث ہے یعنی مصنفین کی آزادی اظہار کو مذہبی بنیاد پرستوں کی طرف سے خطرہ۔ مشہور اردو شاعر ندا فاضلی کہتے ہیں کہ علوی کے خلاف فتویٰ اسی رجحان کی وسعت پذیری ہے جو کئی سال پہلے شروع ہوا تھا۔ یہ ایک خطرناک رجحان ہے اور ضرورت ہے کہ ترقی پسند قوتیں اس کو قابو میں رکھیں۔

ستم ظریفی یہ ہے کہ "چوتھا آسمان" جو علوی کی غزلوں کا مجموعہ ہے اور جس میں وہ سطور ہیں جنہوں نے دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد کو غصہ دلایا ہے وہی ہے جس پر اس نے ۱۹۹۳ء میں ساہتیا اکیڈیمی ایوارڈ سے اردو ادب کی بہترین کتاب ہونے کا انعام حاصل کیا تھا۔

دارالعلوم شاہ عالم احمد آباد (جس کا الحاق دارالعلوم منظر اسلام بانس بریلی سے ہے) نے غزل کی جن دو سطروں پر اعتراض کیا ہے وہ وہ ہیں جن میں شاعر نے خدا سے التجا کی ہے کہ آج کی دنیا کی نجات کے لئے جہاں انسانی قدریں روز بروز گر رہی ہیں ایک اچھے سے نبی کو بھیج دے۔ وہ سطریں حسب ذیل ہیں:

اگر تجھ کو فرصت نہیں ہے نہ آنا
مگر ایک اچھا نبی بھیج دینا

(یعنی اے خدا اگر خود تجھ کو نیچے آنے کی فرصت نہیں ہے تو اپنی بجائے کسی اچھے نبی کو ہی بھیج دینا)۔

دارالعلوم کے مفتی محمد شبیر صدیقی کے مطابق (جنہوں نے یہ فتویٰ بظاہر عثمان بھائی کھتری کے حکم پر دیا ہے جو ہائی کورٹ کے ریٹائرڈ وکیل ہیں اور دارالعلوم چلاتے ہیں) کوئی شخص جو نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی خوبیوں میں کوئی کمی ڈھونڈنے کی کوشش کرتا ہے وہ کافر ہے۔ وہ کہتے ہیں "ہم نے فتویٰ دیتے وقت قرآن کریم کی سختی سے پیروی کی ہے۔ اللہ سے ایک اچھا نبی بھیجنے کی استدعا کا مطلب ہے کہ علوی نہ حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آخری نبی مانتا ہے اور نہ بہترین نبی مانتا ہے۔ لہذا وہ مسلمان نہ رہا۔ مفتی صاحب نے فیصلہ دیا ہے کہ چونکہ علوی اب مسلمان نہیں رہا اسے دوبارہ کلمہ پڑھ کر دوبارہ مسلمان ہونا چاہئے۔ اپنی بیوی سے دوبارہ شادی کرنی چاہئے اور کھلے عام اپنے اس فعل سے توبہ کرنی چاہئے۔ اگر وہ یہ نہیں کرے تو اسے سوشل بائیکاٹ کا سامنا کرنا ہوگا۔ ...... علوی، جو اردو علماء کے ایک مشہور خاندان سے تعلق رکھتا ہے اس فتویٰ سے ہل گیا ہے .... اب اپنے اہل خاندان کے ساتھ وہ بمبئی چلا گیا ہے۔ وہاں سے فون پر اس نے محتاط تبصرہ کرتے ہوئے کہا کہ "دینی شخصیات نے مفاد پرستوں کے زور دینے پر میری غزل کی غلط تشریح کی ہے"۔

ان کے کزن وارث علوی (جو گجرات اردو اکیڈیمی کے چیئرمین ہیں اور قومی سطح پر مانے ہوئے اردو نقاد ہیں) نے زیادہ زور سے کہا ہے کہ "اسلام کے برائے نام محافظوں نے اسی کتاب کے صفحہ ۱۲ پر محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی مدح میں لکھی ہوئی غزل کیوں نہیں دیکھی" .... گجرات کے وزیر اعلیٰ کیشو بھائی پٹیل نے کہا کہ "جہاں تک میں جانتا ہوں قانونی طور پر کسی فرد کو یہ حق حاصل نہیں کہ وہ کسی دوسرے فرد کے خلاف بائیکاٹ کی اپیل کرے یا اس کو اس کے مذہب کے حق سے محروم کرے لیکن ہم ابھی اس معاملہ کا قانونی جائزہ لے کر کسی نتیجہ پر پہنچیں گے"۔

بقیہ هومیو پیتھی کلاس نمبر (۳۲)

Anorexia) بہت حساس مریضوں کا مرض ہے۔ جو دبلے پتلے ہوں کمزور ہوں ان کے کھانے کے خلاف طبیعت ہو جاتی ہے۔ ان کو کالی فاس دیں۔ جن کو ایسی کیفیت معدے کی خرابی سے ہو ان کے لئے نکس وامیکا مفید ہے۔

حضور نے فرمایا کالی فاس بہت اہم دوا ہے۔ اس کی علامتوں سے اس کو باندھ دیں جس نے کھا کھا کر جگر اور معدہ خراب کر لیا ہو اس کو نکس وامیکا دیں۔ زیادہ کھانے کے نتیجے میں جو دوا مؤثر ہے وہ اینٹی مونیم کارب ہے۔ نکس وامیکا کی ایک اور علامت یہ ہے کہ نیند اڑ جانے میں نکس ۳۰ بہت فائدہ مند ہے۔ لیکن اس میں کالی فاس کو نہ بھولیں۔ اگر محض اعصابی ایکسائٹ منٹ کی وجہ سے نیند اڑے تو کالی فاس کو اولیت دیں۔ مریض جس کو معدہ میں ہوا بھرنے سے بار بار آنکھ کھلے اس کے لئے نکس وامیکا مفید ہے کیونکہ یہ پیٹ کی ہوا کو حرکت دیتی ہے۔ لیکسز اور آرنیکا کو ملا کر بھی انتڑیوں کی حرکت جاری رکھنے میں مدد ملتی ہے جس سے ہوا رکنے نہیں پاتی۔

MUSLIM TELEVISION AHMADIYYA

Muslim TV AHMADIYYA

Programme Schedule for Transmission from London
11th of August 1995 - 24th of August 1995

Friday 11th August

11.30	Tilawat
11.45	Hadith
12.00	M.T.A Variety: *The promised Messiah's beneficence towards mankind, by Aftab Ahmad Khan sahib.*
1.00	News
1.20	Friday Sermon *LIVE*
2.40	*Nazam*
2.45	Mulaqat *with Urdu speaking friends.*
3.45	*Qaseedah*
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	*Tomorrow's Programmes*

Saturday 12th August

11.30	Tilawat
11.45	Hadith
12.00	M.T.A Variety: *Question Answer Session with Hadhrat Khalifatul Masih the IV, Lajna Imaillah UK, 1st part, 9/7/1995.*
1.00	News
1.30	Around the Globe: *Documentary, Baadshahi Masjid*
2.00	Children's Corner: Mulaqat *with Huzoor 12/8/1995*
3.00	*Nazam*
3.05	MTA variety: *German programme*
3.45	*Qaseedah*
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	*Tomorrow's Programmes*

Sunday 13th August

11.30	Tilawat
11.45	Hadith *with English Translation*
12.00	M.T.A Variety: *Question Answer Session with Hadhrat Khalifatul Masih the IV, Lajna Imaillah UK, 1st part, 9/7/1995*
1.00	News
1.30	Around the Globe
2.00	Mulaqat *with English delegates*
3.00	*Nazam*
3.05	MTA variety: *A Letter from London by Ameer sahib UK*
3.35	*Nazam*
3.45	*Qaseedah*
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	*Tomorrow's Programmes*

Monday 14th August

11.30	Tilawat
11.45	Malfoozat
12.00	MTA Variety: *A Talk on the independence of Pakistan*
12.30	Learning Languages with Huzoor *Lesson 9 Part 2*
1.00	News
1.30	Around the Globe
2.00	"Natural Cure" *Homeopathy Lesson No. 104*
3.00	*Nazam*
3.05	"Dilbar mera yehi hai" *Ch. Hadi Ali sb.*
3.30	MTA variety: *German programme "Islamicsh Press Shau".*
4.00	*Qaseedah*
4.10	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	*Tomorrow's Programmes*

Tuesday 15th August

11.30	Tilawat
11.45	Seeratu-un-Nabee (s.a.w.)
12.00	MTA Special: *A Special programme on the 50th Anniversary of Indonesia*
3.05	*Cooking Lesson:* ALMAIDAH
4.00	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	*Tomorrow's Programmes*

Wednesday 16th August

11.30	Tilawat
11.45	Hadith
12.00	Eurofile:
12.30	Learning Languages with Huzoor *Lesson 10 part 1*
1.00	News
1.30	MTA Life Style: *Sewing Class*
2.00	"Quran Class" *Tarjamatul Quran class No. 74*
3.05	*Nazam*
3.10	MTA Variety: *"An Interview with Ch. Ahmad Mukhtar sahib*
3,40	*Qaseedah*
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	*Tomorrow's Programmes*

Thursday 17th August

11.30	Tilawat
11.45	Malfozat
12.00	News
12.30	MTA Special: *A Special programme on the 50th Anniversary of Indonesia*
3.30	Children's Corner: *Tarteelul Quran part 4*
3.45	*Qaseedah*
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	*Tomorrow's Programmes*

Friday 18th August

11.30	Tilawat
11.45	Hadith
12.00	M.T.A Variety:
12.30	Learning Languages with Huzoor *Lesson 10 part 2*
1.00	News
1.20	Friday Sermon *LIVE*
2.40	*Nazam*
2.45	Mulaqat *with Urdu speaking friends. 18/08/1995*
3.45	*Qaseedah*
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	*Tomorrow's Programmes*

Saturday 19th August

11.30	Tilawat
11.45	Hadith
12.00	M.T.A Variety: Huzur's *Question Answer Session with Albanians in Germany on 30/05/95*
1.00	News
1.30	Around the Globe:
2.00	Children's Corner: Mulaqat *with Huzoor 19/8/1995*
3.00	*Nazam*
3.05	MTA variety: *German programme "Islamicsh Press Shau"*
3.45	*Qaseedah*
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	*Tomorrow's Programmes*

Sunday 20th August

11.30	Tilawat
11.45	Hadith *with English Translation*
12.00	M.T.A Variety: *Salana Ijtema Khuddamul Ahmadiyya, May 1995*
1.30	News
2.00	Mulaqat *with English delegates 20/08/1995*
3.00	*Nazam*
3.05	MTA variety: *A Letter from London by Ameer sahib UK*
3.35	*Nazam*
3.45	*Qaseedah*
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	*Tomorrow's Programmes*

Monday 21st August

11.30	Tilawat
11.45	Malfoozat
12.00	Eurofile
12.30	Learning Languages with Huzoor *Lesson 11 Part 1*
1.00	News
1.30	Around the Globe: *A Visit to Spain*
2.00	"Natural Cure" *Homeopathy Lesson No. 105*
3.00	*Nazam*
3.05	"Dilbar mera yehi hai" *Ch. Hadi Ali sb.*
3.30	MTA variety: *Norwegian programme "Islam and Women".*
4.00	*Qaseedah*
4.10	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	*Tomorrow's Programmes*

Tuesday 22nd August

11.30	Tilawat
11.45	Seeratu-un-Nabee (s.a.w.)
12.00	Medical Matters:
12.30	Learning Languages with Huzoor *Lesson 11 part 2*
1.00	News
1.30	Canada Speaks: *"Tech Talk"*
2.00	"Natural Cure" *Homeopathy Lesson No. 106*
3.00	*Nazam*
3.05	*Cooking Lesson:* ALMAIDAH
3.35	Qaseeda
4.00	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	*Tomorrow's Programmes*

Wednesday 23rd August

11.30	Tilawat.
11.45	Hadith
12.00	Eurofile:
12.30	Learning Languages with Huzoor *Lesson 12 part 1*
1.00	News
1.30	MTA Life Style: *Sewing Class*
2.00	"Quran Class" *Tarjamatul Quran class No. 75*
3.05	*Nazam*
3.10	MTA Variety:
3.40	*Qaseedah*
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	*Tomorrow's Programmes*

Thursday 24h August

11.30	Tilawat
11.45	Malfozat
12.00	Medical Matters *with Dr. Mujeeb ul Haq Khan sahib*
12.25	Learning Languages with Huzoor *Lesson 12 part 2*
1.00	News
1.20	*Nazam*
1.30	Around the Globe: *Documentary*
2.00	"Quran Class" *Tarjamatul Quran class No. 76*
3.00	*Nazam*
3.05	MTA variety : *Quiz from Karachi No. 5*
3.30	Children's Corner: *Tarteelul Quran part 5*
3.45	*Qaseedah*
3.50	LIQAA MA'AL ARAB
4.50	*Tomorrow's Programmes*

Programmes or their timings may change without prior notice. We welcome our viewers' comments and suggestions about the quality of the translations of the programme "Learning Languages with Huzoor". Programmes or their timings may change without prior notice. We welcome our viewers' comments and suggestions about the quality of the translations of the programme "Learning Languages with Huzoor".

Please note, that there will be no "Learning languages with Huzoor" Class from Monday 24th July until 13th of August, and Inshallah this programme will be back on Monday the 14th of August at 12.30 p.m. London time.

Al Fazl International Weekly, London
16 Gressen Hall Road, London SW18 5QL (U.K)
ISSN: 1352 9587
TELEPHONE NO. 081-870 8517
FAX NO. 081-870 1095
Vol. 2 Friday, August 11, 1995 No. 32

اسلام آباد (ٹلفورڈ) میں
بین الاقوامی نعتیہ مشاعرہ

اسلام آباد (ٹلفورڈ) . ۲۸ جولائی بروز جمعۃ المبارک جلسہ سالانہ برطانیہ کے پہلے روز افتتاحی تقریب کے اختتام پر شام ۳۰-۷ بجے جلسہ گاہ کی مارکی میں ایک بین الاقوامی نعتیہ مجلس منعقد ہوئی۔ اس تقریب کا آغاز تلاوت کلام پاک سے ہوا جو مکرم مصطفیٰ ثابت صاحب نے کی۔ مکرم نصیر احمد صاحب قمر نے ان آیات کریمہ کا اردو ترجمہ پیش کیا۔ بعد ازاں مکرم آفتاب احمد خان صاحب، امیر جماعت احمدیہ برطانیہ نے اپنے مختصر خطاب میں فرمایا کہ ذکر الٰہی سے معمور اس ماحول میں وقت کی سہولت اور بروقت سوچ نے ہمیں اس بابرکت محفل کو سجانے کا موقعہ دیا ہے۔

آپ نے ممتاز شاعر مکرم چوہدری محمد علی صاحب کو اس مجلس کی صدارت کی دعوت دی۔ اس کے بعد کبابیر، حیفہ کے ایک نوجوان نے حضرت مسیح موعودؑ کا عربی قصیدہ دلکش آواز میں پڑھ کر سنایا۔ جس کا اردو ترجمہ مکرم حمید احمد صاحب کوثر نے پیش کیا۔ جناب بشیر احمد صاحب آرچرڈ نے انگریزی زبان میں اور جناب ہدایت اللہ صاحب ہبش نے جرمن زبان میں اپنا نعتیہ کلام پڑھا۔ مکرم ایاز حیدر صاحب نے حضرت مسیح موعود علیہ السلام کا فارسی زبان میں منظوم نعتیہ کلام خوش الحانی سے سنایا۔

جماعت کے بزرگ شعراء میں سے مولانا ظفر محمد صاحب ظفر کا نعتیہ کلام مکرم عبدالحفیظ صاحب کھوکھر نے دلکش آواز میں پڑھا۔ حضرت سیدہ نواب مبارکہ بیگم صاحبہؓ کا نعتیہ کلام مکرم مبارک عارف صاحب نے سنایا۔ اس کے بعد جناب عبیداللہ علیم صاحب کا ریکارڈ شدہ نعتیہ کلام سنایا گیا جس کا مطلع یہ تھا۔

اے روح قطرہ قطرہ پگھل آپؐ کے لئے
اے خامہ سیل خواب سے چل آپؐ کے لئے

مکرم محمد الیاس صاحب نے حضرت مصلح موعودؓ کا نعتیہ کلام ممنونیت میں ڈوبی ہوئی لے میں پڑھا۔

اس نعتیہ محفل میں جناب عبدالمنان ناہید صاحب بھی تشریف فرما تھے۔ آپ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی قوت قدسیہ کا اظہار سورہ جمعہ کے حوالے سے پیش فرمایا۔ آپ کے بعد پاکستان کے نامور بزرگ شاعر مکرم ثاقب زیروی صاحب نے اپنے نعتیہ کلام کا آغاز دو تازہ قطعات سے فرمایا اور پھر اپنے مخصوص انداز میں اپنا نعتیہ کلام ؎

ہر عزم کی روشن پیشانی پر نام تمہارا دیکھا ہے

ترنم کے ساتھ پیش فرمایا۔ مکرم داؤد احمد صاحب ناصر نے سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ کے نعتیہ کلام میں سے کچھ بند پڑھ کر سنائے ؎

تم نے مجھے خرید لیا اک نگاہ کے ساتھ
اب تو ہی تو ہے تیرے سوا میں ہوں کالعدم

آخر میں جناب ثاقب زیروی صاحب سے دوبارہ فرمائش کی گئی کہ کچھ اور سنائیں۔ چنانچہ انہوں نے اپنی ایک اور نعتیہ نظم پڑھ کر سنائی۔

اس نعتیہ مشاعرہ کا اختتام جناب صاحب صدر کی اس غزل پر ہوا۔

آیا تھا میری دنیا و دیں کو سنوارنے
آنسو جو تیری یاد میں ٹپکا رسول تھا

اس محفل میں سٹیج سیکرٹری کے فرائض مکرم محمد اسلم صاحب جاوید نے ادا کئے۔

ساتواں بین الاقوامی تبلیغی سیمینار

لندن . جماعت احمدیہ برطانیہ کے زیر اہتمام ساتواں بین الاقوامی تبلیغی سیمینار ۲۷ جولائی ۱۹۹۵ء کو اسلام آباد ٹلفورڈ (انگلستان) میں منعقد ہوا۔ اس سال کا موضوع Ethnic Minorities میں تبلیغ تھا۔

پہلے اجلاس کی کاروائی کا آغاز مکرم عطاء المجیب صاحب راشد مبلغ انچارج برطانیہ کی زیر صدارت ٹھیک دس بجے صبح تلاوت قرآن پاک اور اس کے انگریزی ترجمہ سے ہوا۔ تلاوت قرآن کریم کے بعد ملک سلیم احمد صاحب سیکرٹری تبلیغ برطانیہ نے معزز مہمانوں کو خوش آمدید کہتے ہوئے سیمینار کے اغراض و مقاصد سے آگاہ کیا۔ اور بتایا کہ اس کے ذریعہ دنیا کے مختلف حصوں سے آئے ہوئے مندوبین کے تبلیغی تجربوں سے استفادہ کیا جاتا ہے۔ بعد ازاں صاحب صدر نے بھی مہمانوں کو خوش آمدید کہا اور معزز مہمانوں کو دعوت دی کہ وہ اپنے تبلیغی تجربات اور مفید مشوروں سے آگاہ فرمائیں۔

پروگرام کے مطابق سب سے پہلے ولید احمد صاحب نے برطانیہ کے Ethnic Desk کی اجتماعی رپورٹ پیش کی۔ اسی طرح مکرم سردار حمید احمد صاحب نے صومالی ڈیسک کی رپورٹ اور کارگزاری سے احباب کو آگاہ کیا۔ مکرم منصور شاہ صاحب نے بوزنین ڈیسک کی رپورٹ پیش کی اور مکرم ملک سلیم احمد صاحب نے اردو ڈیسک کے انچارج کی رپورٹ پڑھ کر سنائی۔ بعد ازاں مندوبین نے اپنی اپنی رپورٹیں پیش کیں۔

اس کے بعد سیمینار میں شریک معزز مہمانوں کو عام دعوت دی گئی کہ وہ اپنے اپنے خیالات و تجربات سے آگاہ فرمائیں۔ کئی ممالک کے مندوبین نے جن میں ملاوی، سیرالیون، گیمبیا، امریکہ، کینیڈا، نائجیریا اور گھانا کے نمائندے شامل تھے اپنے اپنے تجربات اور خیالات کا اظہار کیا۔

دوپہر کے کھانے اور نماز ظہر و عصر کے بعد سیمینار کا دوسرا اجلاس ۳۰-۲ بجے بعد دوپہر مکرم آفتاب احمد خان صاحب امیر جماعت احمدیہ برطانیہ کے زیر صدارت شروع ہوا۔ سب سے پہلے مکرم عطاء المجیب صاحب راشد نے اپنے خطاب سے حاضرین کو مستفیض کیا۔ بعد ازاں حسب سابق معزز مہمانوں نے اپنے خیالات کے اظہار کا سلسلہ جاری رکھا۔

مکرم امیر صاحب برطانیہ نے اپنے صدارتی خطاب میں سب مندوبین کا شکریہ ادا کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ سالانہ سیمینار اگرچہ سب جماعتوں کے لئے مفید ہے لیکن جماعت احمدیہ برطانیہ اسے اپنے لئے بہت زیادہ مفید سمجھتی ہے کیونکہ مختلف ممالک کے تجربات سے جماعت احمدیہ برطانیہ کے داعین الی اللہ خاص طور پر Inspiration حاصل کرتے ہیں۔ اجتماعی دعا کے ساتھ یہ سیمینار اپنے اختتام کو پہنچا۔

اس سیمینار میں ۲۶ ملکوں کے ۱۶۲ مندوبین (احباب و خواتین) نے شرکت کی۔

جماعت احمدیہ برطانیہ کے زیر انتظام
رفاہی ہومیوپیتھک ڈسپنسری

(لندن) الحمدللہ! احباب جماعت کی سہولت کے لئے حال ہی میں بیت الفضل لندن کے احاطہ میں جماعت احمدیہ برطانیہ کی رفاہی ہومیوپیتھک ڈسپنسری نے اپنا کام شروع کر دیا ہے۔ اس ڈسپنسری کی نگرانی مکرم حفیظ احمد صاحب بھٹی، ان کی اہلیہ صاحبہ، مکرم ڈاکٹر بشارت احمد صاحب اور مکرم رشید احمد صاحب برمی کر رہے ہیں۔

۲۱ جولائی کو سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت اس ڈسپنسری کا معائنہ فرمایا۔ اس موقع پر مکرم آفتاب احمد خان صاحب امیر جماعت اور ڈسپنسری کے کارکنان بھی موجود تھے۔ حضور انور نے دعا کے ساتھ اس ڈسپنسری کا اجراء کرتے ہوئے انتظامات پر خوشنودی کا اظہار فرمایا۔

بقیہ از باغباں بترس

اور اس جماعت کو نقصان پہنچانے میں ناکام رہا تھا۔ غلام مسیح الزماں کی دعا سے لیکھرام کی طرح اللہ کی قہری تجلی کا شکار ہوا اور تمام تفتیشی اور انکوائریاں اس الٰہی قہر کے اسباب دریافت نہ کر سکیں۔ اسی کتاب کے آخر پر پاکستان ائر فورس کی طرف سے مقرر کئے جانے والے بورڈ آف انکوائری کی مکمل رپورٹ بھی شامل ہے۔ یہ بورڈ آف انکوائری ائر کموڈور عباس ایچ مرزا کی سربراہی میں قائم کیا گیا تھا اور اس میں کموڈور ممتاز سعید، گروپ کیپٹن ظہیر ایچ زیدی، اور ونگ کمانڈر صباحت علی مفتی شامل تھے۔ ان پاکستانی افسران کے علاوہ امریکی ائر فورس کی ایک ایڈوائزری ٹیم بھی شامل تھی جس میں امریکی ائر فورس کا ایک کرنل، ایک لیفٹیننٹ کرنل، ایک میجر اور تین کیپٹن شامل تھے۔

اپنی رپورٹ میں انہوں نے اس حادثہ کی ظاہری یا تکنیکی وجوہات دریافت کرنے سے معذوری کا اظہار کیا ہے اور اس نتیجہ پر پہنچے ہیں کہ یہ طیارہ غالباً کسی تخریبی کاروائی کا شکار ہوا تھا مگر تمام تر کوششوں کے باوجود اس تخریبی کاروائی کا بھی کوئی سراغ آج تک نہ مل سکا۔ یہی کچھ لیکھرام کے ساتھ ہوا تھا اور انگریزی حکومت اپنے تمام تر وسائل کے باوجود اس قتل کا معمہ حل کرنے میں ناکام رہی تھی۔ بھلا الٰہی گرفتوں کے سراغ بھی ملا کرتے ہیں؟ یہی سراغ ہے کہ تمام لوگ اس واقعہ سے ایک نتیجہ نکال رہے ہیں۔ فاعتبروا یا اولی الابصار!۔

تقریب نکاح و رخصتانہ

لندن [۲۱ جولائی] سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے مسجد فضل لندن میں بعد نماز عصر عزیزہ امتہ الشکور بنت مکرم عبدالوہاب بن آدم صاحب، امیر و مبلغ انچارج گھانا کا نکاح مکرم عبدالمیمن کریم صاحب ابن مکرم عبدالکریم صاحب آف شیکاگو کے ساتھ پڑھایا۔

بعد ازاں محمود ہال میں رخصتانہ کی ایک تقریب منعقد ہوئی اور ہفتہ کے روز بعد دوپہر محمود ہال ہی میں دعوت ولیمہ کا اہتمام کیا گیا۔

ہر دو تقریبات میں سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز نے ازراہ شفقت شرکت فرمائی اور دعا کروائی۔ اللہ تعالیٰ یہ رشتہ جانبین کے لئے دینی و دنیاوی ہر لحاظ سے بابرکت فرمائے۔

معاند احمدیت، شریر اور فتنہ پرور مفسد ملاؤں کو پیش نظر رکھتے ہوئے خصوصیت سے حسب ذیل دعا بکثرت پڑھیں

اَللّٰھُمَّ مَزِّقْھُمْ کُلَّ مُمَزَّقٍ وَسَحِّقْھُمْ تَسْحِیْقًا

اے اللہ انہیں پارہ پارہ کر دے، انہیں پیس کر رکھ دے اور ان کی خاک اڑا دے

سیٹنگ و ڈیزائننگ۔ خلیفہ رواح الدین احمد